

بستانِ بہزاد (لکھنوی)

مرتبہ

اختر نعمانی الہ آبادی

ناشر

میخانۂ اردو، دریا گنج دہلی

باراول ۱۰۰۰ (مطبوعہ کمال ہند پریس کوچہ میر عاشق دہلی) قیمت ایک روپیہ



حضرت بہزاد لکھنوی

افسانۂ دل

کسی نے مجھ کو آواز دی یا یہ میرے ضمیر کی آواز تھی

دورِ حاضرہ کا ذوقِ شعر و ادب پروان چڑھ چکا ہے یا ابھی تک تشنہ ہے اس بحث کو میں دانستہ نظر انداز کئے دے رہا ہوں۔ لیکن اتنا ضرور ہے کہ جوانی کی رعنائیاں جس طرح بڑھاپے کی حسرت بدوش جھریوں میں جذب ہو کر فنا ہو جاتی ہیں۔ بالکل اسی کے مصداق آج ہمارا ادب اور صنعت شعر و سخن ہے اس کمزوری کے کئی اسباب و علل ہیں۔ لیکن میں تمام اسباب کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف اس قدر عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ موجودہ وقت میں اُدبار اور شعراء حضرات کے باہمی تنازع نے ادب و صنعتِ شعر کو جو نقصانات پہونچائے ہیں ان کی مکمل تلافی ہو جانا اگر ناممکن نہیں تو قریب قریب دشوار ضرور ہو گیا ہے۔

اُردوئے معلیٰ کی بیکسی ہمارے خوفناک مستقبل کا مکمل ثبوت ہے کاش ہم میں سے کوئی مصطفےٰ کمال سا مجتہدانہ و غازیانہ جذبہ لے کر اُٹھے اور رقیبانِ ادب کو پھانسی پر چڑھا دے۔

اس دور کا ادیب یا شاعر میری نظر میں قطعیٔ لطافت اور پاکیزگی سے دور ہو چکا ہے۔ لیکن معدودے چند کو چھوڑ کر کاش کہ ہم ضمیر کی قدسی آواز پر کان رکھتے اور ضمیر ہی کی آواز کو اپنا رہنما تصور کرتے؟ "احساس گناہ بعد از گناہ یا قبل از گناہ" تاریکی کے مرکز سے اگر کوئی شے ہم کو ہٹا سکتی ہے تو وہ صرف جذبۂ معصومیت ہے۔

صلاح عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے

شب کو پچھلے پہر ڈوبتے ہوئے تاروں کی اُفق تابی پر بھی ایک نظر۔ شرار بو الہبی "سینۂ کفر و ظلمت میں ایمان کی آگ لگا سکتا ہے تو فی الواقعی معصومیت کا ملکوتی جذبہ مرکز معصیت پر چمکتے ہوئے . . . گناہوں کی تصویر سامنے لا سکتا ہے۔ خدا کرتا کہ معصوم ہی نوع انسان معصوم ہی رہتا؟ میرے نزدیک وہ انسان جو کہ معصوم اور عیوب سے منزّہ زندگی کا حامل ہے وہی دنیا کی تمام و کمال دلچسپیوں سے قریب تر ہے۔ کاش کہ ہمارے لئے حجابات ہی افزائشِ ذوق کے سبب ہوتے؟

کس قدر قابلِ افسوس حالت ہے ہمارے مصلحین ادب اور علمبرداران تہذیب و تمدن کی کبھی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا کہ ہمارے فرائض کیا ہیں اور ہم کیا کر رہے ہیں۔ چنانچہ یہ ہے وہ نکتہ جس پر میری تمام تر نظریں مرکوز ہیں۔ اس نوعیت سے ہندوستان کے تمام کامیاب اُدبا و شعرا حضرات پر حضرت

بہزاد کو میں ترجیح دیتا ہوں۔ موصوف کا فطری اور ازلی جذبہ ہے، خدمت ادب"۔ یہ ایک ایسی بیش بہا شے ہے جس کی قیمت کسی طرح بھی ادا نہیں کی جا سکتی حق تو یہ ہے کہ خلوص ہی جادۂ تسلیم کی رہنمائی کرتا ہے اور اسی سے جنت اور جہنم بنتی ہے۔ قبلہ بہزاد صاحب کے علاوہ شاید آپ لوگ اس قسم کی دوسری مثال نہیں پیش کر سکتے۔ جس نے مبتدیانِ ادب کی دلجوئی اس قدر فراغ قلبی کے ساتھ کی ہو! یہ دیکھیئے شعر و ادب کا کامیاب مصور ترویج ادب کے لئے چند نوجوانوں کی مجلس میں میر مجلس بنا بیٹھا اپنے ازلی خلوص اور شاعرانہ لطافت کی داد لے رہا ہے

اختر نعمانی نظامی

سرسری نظر

جناب لطیف الرحمٰن صاحب نیر دہلوی | صرف نعت شریف کہتے ہیں حب نبیؐ اور عرفانِ احمدی کا قابل صد رشک عنصر آپ کے کلام میں موجود ہے۔

جناب محمد واحد یار خانصاحب مضطر رامپوری | آپ شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ کامیاب ادیب بھی ہیں۔ موصوف کے لئے شاعری ازلی عطیہ ہے۔ دہلی کلاتھ ملز کی دھواں دھار فضا میں رہ کر شعر کہنا اگر سحر نہیں تو حیران کن امر ضرور ہے مضطر جدت اور رنگینی کے ساتھ سراپا کرب ہے اور سوز ہے۔

جناب محمد الیاس صاحب اُمید بریلوی | شاعری کے جزو خاص۔ محاکات سے مملو نظر آئیں گے۔ شعر رنگِ فطرت میں جذب ہو کر کہتے ہیں۔

جناب سید وقار حسین صاحب خمار لکھنوی | لکھنؤ کے تصنعات سے بچ کر شعر کہتے ہیں۔ زبان کی سادگی کے ساتھ ندرت اور مفہوم کی جامعیت آپ کی ذہانت کا مکمل ثبوت ہے۔

جناب سید علی ضامن صاحب ضامن بھرتپوری | آپ گیت بھی کہتے ہیں۔ چار گیت بھی ہیں نے لے لئے ہیں۔ رومان رنگ شاعر ہیں۔

دور نظامی صاحب عظیم آبادی | شاعر ہونے کے علاوہ کامیاب ڈرامہ نسٹ بھی ہیں طبیعت میں انتہادرجہ جدت اور رنگینی ہے۔ برجستگی و معنویات موصوف کا حصہ ہے

لسان العصر

حضرت بہزاد لکھنوی کی نعتیں

مدینہ کے قرباں مدینہ چلو

مدینہ کے قرباں مدینہ چلو — بہت مر چکے اب تو جینے چلو
کہاں تک یہ تشنہ لبی مدام — چلو آبِ زمزم کو پینے چلو
وہ فردوسِ کامل یہ نارِ تمام — ہمیں آرہے ہیں پسینے چلو
کہاں تک اُٹھاؤ گے دُوری کا غم — سفینے سے چھوٹو سفینے چلو
یہاں تو نہ جائے گی جامہ دری — وہاں چاک دامن کو سینے چلو
مدینہ کی جانب مدینہ کی سمت — ہر اک دن چلو ہر مہینے چلو

یہاں تو نہ بہزاد پاؤ گے چین
مری بات مانو مدینے چلو

خدایا دکھا دے دیارِ مدینہ

خدایا دکھا دے دیارِ مدینہ
کہ دل ہے مرا بے قرارِ مدینہ

جسے دیکھئے ہے وہیں کا فدائی
عجب پُر فضا ہے بہارِ مدینہ

مرا دل ہے مضطر مری جاں ہے مضطر
کرم کیجئے شہر یارِ مدینہ

کبھی خواب ہی میں مدینہ کو دیکھوں
نگاہوں کو ہے انتظارِ مدینہ

مری کشتِ دل ہائے سوکھی پڑی ہے
اِدھر کو بھی اَبرِ بہارِ مدینہ

خدا کی قسم اُس کو حاصل سکوں ہے
وہ دل جو نہ ہے بے قرارِ مدینہ

مدینہ ہی جا کے میں بہزاد جاں دوں
کہیں لوگ مجھ کو نثارِ مدینہ

شاہِ عرب ہو مالکِ کون و مکاں ہو تم

شاہ عرب ہو مالک، کون و مکاں ہو تم
ہم بیکسانِ دہر کے روحِ رواں ہو تم

ہر دردمند شاد ہے ہر دردمند خوش
حقا کہ چارہ سازِ غمِ بیکساں ہو تم

رحمت تمہاری عام ہے ہر خاص و عام پر
ہر خاص و عام کے لئے رحمت نشاں ہو تم

وہ کونسا ہے راز جو تم پر عیاں نہیں
آگاہِ کُل ہو واقفِ سرِ نہاں ہو تم

غیروں پہ بھی کرم ہی کیا تو نے پہ بھی کرم
تم ہو بڑے کریم بڑے مہرباں ہو تم

ذرے بھی جانتے ہیں ستارے بھی ہیں گواہ
لاریب فیہ وجہ زمین و زماں ہو تم

ہوگی ضرور دیدِ مدینہ تمہیں نصیب
بہزادؔ کچھ تو صبر کرو کیوں تپاں ہو تم

ہر اک شے سے ظاہر انہیں کا نشاں ہے

ہر اک شے سے ظاہر انہیں کا نشاں ہے
یہ مجھ سے نہ پوچھو مدینہ کہاں ہے

انہیں کے لئے ہے یہ ساری خدائی
انہیں کے لئے یہ زمین و زماں ہے

اے قافلے والو مڑ کر تو دیکھو
کوئی اور بھی تو پسِ کارواں ہے

نہ پوچھو ذرا اپنے دل میں تو دیکھو
مدینہ کہاں ہے مدینہ کہاں ہے

مدینہ کی دنیا ہے سب سے نرالی
وہاں کا ہر اک ذرہ خود آسماں ہے

مرا حالِ دل پوچھ لو جس سے چاہو
جو سب سے نہاں تھا وہ سب پہ عیاں ہے

رٹوں کیوں نہ بہزاؔد میں نام یثرب
کہ میں تو یہاں ہوں مرا دل وہاں ہے

زندگی بھر میں رہوں مدہوش ارمانِ رسولؐ

زندگی بھر میں رہوں مدہوش ارمانِ رسولؐ
یاالٰہی ہاتھ سے چھوٹے نہ دامانِ رسولؐ

بس انہیں کی ذاتِ عالی تک ہے میری کائنات
میری دنیا میری عقبیٰ دونوں قربانِ رسولؐ

اہل ایماں کو بھی اسمیں کچھ نہیں تاب سخن
مثل فرمانِ خداوندی ہے فرمانِ رسولؐ

کیوں نہ اس خیر الورا پر جان اور تن وارئیے
حشر میں ہوگا زمانہ زیرِ دامانِ رسولؐ

پاک آنکھیں چاہیئے ہیں دید حضرت کیلئے
کیا کروں لے شوقِ دیدِ روئے تابانِ رسولؐ

میں نظامی بھی نیازی بھی ہوں بہزادِ حزیں
مجھ کو ہے فخرِ غلامیٔ غلامانِ رسولؐ

تم کو شاید نہیں معلوم مدینے والو

تم کو شاید نہیں معلوم مدینے والو!
ہند میں کوئی ہے مغموم مدینے والو!

میں دن رات تڑپتا ہوں مدینہ کیلئے
میرا اچھا نہیں مقسوم مدینے والو!

تم ہو اور شام و سحر دید مزارِ اطہر
ہائے میں اس سے ہوں محروم مدینہ والو!

ہم سے پوچھو کہ خطاؤں میں گرفتار ہیں ہم
تم تو ہر طرح ہو معصوم مدینے والو!

دل کا کیا ذکر ہو دل سب کا ہی رہتا ہے تپاں
روح بھی ہو مری مغموم مدینے والو!

میں تڑپتا رہوں دیدارِ مدینہ کے لئے
یہی قسمت میں ہے مرقوم مدینے والو!

قابلِ دید ہے بہزادِ حزیں کا عالم
اس کو کچھ بھی نہیں معلوم مدینے والو!

مری آرزو ہے مدینہ کا ارماں

مری آرزو ہے مدینے کا ارماں
مری جستجو ہے مدینے کا ارماں

نہیں کون بیمارِ عشقِ محمد
غرض چار سُو ہے مدینہ کا ارماں

میں لے حسرتِ دہر تجھ کو کروں کیا
مرے روبرو ہے مدینے کا ارماں

میں ساقی ترا جام مے کیا کروں گا
کہ میرا سُبو ہے مدینے کا ارماں

مری زندگی ہے مدینے کی خاطر
مری گفتگو ہے مدینے کا ارماں

میں سرمستِ صہبائے عشقِ نبی ہوں
مری ہاؤ ہو ہے مدینے کا ارماں

میں بہزاد تنہا نہیں ہوں فدائی
غرض کو بکو ہے مدینے کا ارماں

شاہِ زمیں شہِ زماں دونوں جہاں کے تاجدار

شاہِ زمیں شہِ زماں دونوں جہاں کے تاجدار
میں تری نام پر فدا دل ترے نام پر نثار

چشمِ نظر کی آرزو تری زمیں ترا دیار
جن و بشر کی سجدہ گاہ تیرا مکاں تیرا مزار

دیکھے ہزار چشمِ بد مٹ نہیں سکے تا ابد
تری مہک تری شمیم تیرا چمن تری بہار

تیرے ہی فیض و جود سے بن گیا وجہ لا الٰہ
تیرا حسین کربلا وارث تیغ ذوالفقار

ہادیٔ دوجہاں ہے تو واقفِ کن فکاں ہے تو
دہر کا رازداں ہے تو کُل کا تو ہی ہے رازدار

کونسی بات ہے یہاں ہو وہ زمیں کہ آسماں
تیرا کرم عیاں عیاں تیری عطا ہے آشکار

تیرے دیار کے لئے۔ اپنے قرار کے لئے
چشم و نظر ہیں مضطرب قلب و جگر ہیں بیقرار

تو ہی ہے جانِ صفاں تو ہی ہے جانِ عارفاں
حق کی زباں تری زباں حق ہے تجھی میں آشکار

کہئے جا صبا تو مدینے کی باتیں

کہئے جا صبا تو مدینے کی باتیں — یہی ہیں یہی میرے جینے کی باتیں
مرے دل کی حسرت مرے دل کا ارماں — مدینے کا قصہ مدینے کی باتیں
دلِ زار بیتاب سا ہو رہا ہے — کوئی پھر سُنا دے مدینہ کی باتیں
مرے دل کو مدہوش و بیخود بنا دے — کہے جا کہے جا مدینے کی باتیں
ذرا آؤ آنکھوں سے آنسو بہا لیں — کہ پھر یاد آئیں مدینہ کی باتیں
یہی بندگی ہے یہی ہے عبادت — کہ سُنتا رہے بس مدینہ کی باتیں

میں بہزاؔد ہوں مست و مدہوش و بیخود
مزا دے رہی ہیں مدینے کی باتیں

نہ پوچھو کہ کیا ہیں مدینے کی گلیاں

نہ پوچھو کہ کیا ہیں مدینہ کی گلیاں — کسی کا پتہ ہیں مدینے کی گلیاں
ہر اک ذرہ پہ ماہ انجم تصدق — بڑی پر ضیا ہیں مدینے کی گلیاں
وہاں کا ہر اک ذرہ مشکل کشا ہے — مرا آسرا ہیں مدینے کی گلیاں
جبیں میری جھک جھک کے یہ کہہ رہی ہے — مرا مدعا ہیں مدینے کی گلیاں
وہاں جا کے خالی نہیں کوئی آتا — بڑی پر عطا ہیں مدینے کی گلیاں
نگاہیں ہیں بے تاب دید مدینہ — نظر کی دوا ہیں مدینے کی گلیاں
یہ بیمار ہجر نبی کو بتا دو — کہ دار الشفا ہیں مدینہ کی گلیاں
چلو ساز و ساماں کی حاجت نہیں ہے — اگر دیکھنا ہیں مدینے کی گلیاں

میں بہزاد وہ بندگی کر رہا ہوں
کہ جس کا صلہ ہیں مدینے کی گلیاں

نظم

حاجیوں سے خطاب

مدینہ جاؤ تو اتنا پیام کہہ دینا
کہ ہند میں ہے تپاں اک غلام کہہ دینا

تڑپ تڑپ کے گزرتے ہیں رات دن اُسکے
عجیب طرح کے ہیں صبح و شام کہہ دینا

مُسلسل آنکھ سے گرتے ہیں اشکِ خونِ جگر
دلِ حزیں میں تڑپ ہے مُدام کہہ دینا

یہ کہنا ان سے گرفتارِ بندِ دُنیا ہے
غموں کا اُس پہ ہے اک اژدھام کہہ دینا

چھپا کے رکھنا نہ کچھ بھی حضورِ اقدس سے
جو تم نے دیکھا ہے سب لا کلام کہہ دینا

ضرور کہنا کہ بے بس ہے اور ہے مجبور
یہ کہنا بعد میں اجب حالِ عام کہہ دینا

یہ کہنا بھول گیا میں کہ پیشِ گنبدِ سبز
ادب کے ساتھ تو پہلے سلام کہہ دینا

جو تجھ سے پوچھیں کہ وہ کون شخص ہے بتلا
تو ان سے چپکے سے بہزاد نام کہہ دینا

حضرت بہزاد لکھنوی کی غزلیات

۱۵

غزلیات

جو شدت پہ دردِ جگر دیکھتا ہوں
تو گھبرا کے اُن کی نظر دیکھتا ہوں

خدا جانے کس کی تمنا ہے مجھ کو
اِدھر دیکھتا ہوں اُدھر دیکھتا ہوں

تمہارے ہی جلوے نظر آرہے ہیں
مجھے کیا خبر ہے کدھر دیکھتا ہوں

تمہارے ہی آنے سے بدلا ہے عالم
کہ شب میں نمودِ سحر دیکھتا ہوں

تری بزم میں آکے کیا ہو گیا ہے
میں رہ رہ کے سب کی نظر دیکھتا ہوں

کئے جا رہا ہوں میں ہر جا پہ سجدے
نہ ذرّے نہ وہ سنگ در دیکھتا ہوں

مجھے ہوش آئے تو بہزاد کیونکر
انھیں ہر طرف جلوہ گر دیکھتا ہوں

مرے حال پر بے بسی رُو رہی ہے
زہے زندگی زندگی رو رہی ہے
عجب حال میں ہے شکارِ محبت
کہ غم ہنس رہے ہیں خوشی رو رہی ہے
پلا ساقیا کوئی جامِ محبت
مری روح کی تشنگی رو رہی ہے
مری زندگی کل ہی گریاں نہیں تھی
مری زندگی آج بھی رو رہی ہے
وہ حسرت جسے تم نے ٹھکرا دیا ہے
وہی غم کی ماری وہی رو رہی ہے
بڑی دیر سے غم میں کھویا ہوا ہوں
بڑی دیر سے زندگی رو رہی ہے
ہمارا تو بہزاد ہنسنا ہے رونا
ہنسی اب کہاں ہے ہنسی رو رہی ہے

بدلا ہے میں نے زیست کا عنواں تیرے لئے
دامن کو کر لیا ہے گریباں ترے لئے

دل کا کیا ہے خون جگر کا کیا ہے خون
کیا کیا کیا ہے اے غمِ جاناں ترے لئے

قسمت میں یوں لکھا ہے مٹائے نہ مٹ سکا
پھرنا پڑا ہے چاک گریباں ترے لئے

ہر گوشۂ فلک ہے ترے واسطے تپاں
ہر ذرّۂ زمیں ہے پریشاں ترے لئے

کیا جانے کس خیال میں ایماں لُٹا دیا
ہم پھر رہے ہیں بن کے مُسلماں ترے لئے

مجھ کو نہ دیکھ اور نہ مرے داغِ دل کو دیکھ
یہ گل ترے لئے ہے گلستاں ترے لئے

شاید اسی کا نام ہے معراجِ زندگی
بہزاد کوئی جی نہیں گریاں ترے لئے

یہ بھی تو اُن کا ہے کرم مجھسے وہ باخبر نہیں
کیا یہ میں اپنا حالِ دل اُنسے کہوں مگر نہیں

اَب تو یہ دل نہیں رہا دِل اب یہ نظر نظر نہیں
پہلے سے اَب وہ ہم نہیں شام نہیں سحر نہیں

دامن خُشک کی قسم ان کو ذرا خبر نہیں
اشک ہیں کیوں بھرے ہوئے چشم تر نہیں

گو ہے ہر ایک نالہ زن اور ہے رنگ انجمن
بیٹھے ہیں اس طرح سے وہ جیسے انہیں خبر نہیں

سجدے کروں گا اس قدر بیخودیٔ خیال میں
یا تو مری جبیں نہیں یا ترا سنگِ در نہیں

اپنی نظر کو دیکھئے میری نظر کو دیکھئے
آپ بھی بے خبر سے ہیں مجھ کو بھی کچھ خبر نہیں

دونوں کا نظم ایک ہے دونوں کا رنگ ایک ہے
حُسن بھی معتبر نہیں عشق بھی معتبر نہیں

جیسے بھی بن رہا ہے بجے جا رہا ہوں میں
جو کچھ وہ دے رہے ہیں لئے جا رہا ہوں میں

یہ دیکھ لو کہ ظلم کئے جا رہے ہو تم
یہ دیکھ لو کہ صبر کئے جا رہا ہوں میں

ساقی سے بے نیاز ہوں ساغر سے بے نیاز
آنکھیں پلا رہی ہیں پئے جا رہا ہوں میں

دیکھا نہ تھا تو دل کو تمنا تھی دید کی
دیکھا تو ایک داغ لئے جا رہا ہوں میں

پھر کہہ رہا ہوں عشق و محبت کی داستاں
ہر شے کو بے نقاب کئے جا رہا ہوں میں

چاکِ جگر ہو چاکِ گریباں کہ چاکِ دل
جو چاک پا رہا ہوں سیئے جا رہا ہوں میں

بہزاد اُن کو پا کے بھی سیری نہیں ہوئی
اب تک اُنہیں تلاش کئے جا رہا ہوں میں

اَب خوب چمکتے ہیں تارے اَب نور افشانی ہوتی ہے۔
اَب دل جو نہیں ہے پہلو میں اَب رات سہانی ہوتی ہے
گُلشن کی ہر اک شے سے ظاہر اک خاص کہانی ہوتی ہے
کلیوں میں لڑکپن ہوتا ہے پُھولوں میں جوانی ہوتی ہے
وہ دن بھی نرالے تھے کیسے یہ دن بھی نرالے ہیں کتنے
یا نغمہ سرائی ہوتی تھی یا اشک فشانی ہوتی ہے
بلبل کی زباں پر دیکھ لیا قُمری کی زباں پر دیکھ لیا
یا اُس کا فسانہ ہوتا ہے یا میری کہانی ہوتی ہے
بہزاد حزیں کچھ تو سمجھو۔ آنکھیں کھولو دیکھو دیکھو
دُنیا پہ بھروسہ کرتے ہو۔ دنیا بیگانی ہوتی ہے

دِل کی دنیا بھی ہے ہم رنگِ عروجِ مہ و ماہ
اصل کی اصل تماشہ کا تماشہ دیکھا
ہم تو بہزادؔ زمانے کے کئی بار بنے
ہاں زمانے کو نہ بنتے ہوئے اپنا دیکھا

حضرت بہزاد لکھنوی کے گیت

اَب تو یہ بھی یاد نہیں ہے

تم سے ہم سے عہدِ وفا تھا
تم نے کوئی پیماں کیا تھا
میں ہوں تمہارا یہ بھی کہا تھا
اَب تو یہ بھی یاد نہیں ہے

روز آتی تھیں چاندنی راتیں
عشق و محبت کی تھیں گھاتیں
تم سے ہوتی تھیں کچھ اور باتیں
اَب تو یہ بھی یاد نہیں ہے

وہ بھی تھا پر کیف زمانہ؟
دل تھا تمہارا غم کا نشانہ
تم کہتے تھے اپنا فسانہ
اَب تو یہ بھی یاد نہیں ہے

آؤ مجھ سے باتیں کر لو

کیا جانے تم پھر کب آؤ
کب آ کر بگڑی کو بناؤ

کچھ تو ٹھنڈی سانسیں بھر لو
آؤ مجھ سے باتیں کر لو

مجھ کو بہت کچھ کہنا ہے تم سے
اور بہت کچھ سننا ہے تم سے

اور ذرا سی دیر ٹھہر لو
آؤ مجھ سے باتیں کر لو

یہ دنیا ہے آنی جانی
ہر شے ہے اس جا کی فانی

اس دنیا سے پار اتر لو
آؤ مجھ سے باتیں کر لو

مَن کی بپتا کہوں میں کس سے

بُلبل ہے خود ہی دیوانی
قُمری کو تو ہے حیرانی

اپنی چنتا کہوں میں کس سے
من کی بپتا کہوں میں کس سے

آنکھ ہے پُرنم کس سے کہوں میں
مجھکو ہے غم کس سے کہوں میں

دل ہے دھڑکتا کہوں میں کس سے
من کی بپتا کہوں میں کس سے

کس کو پڑی ہو کوئی سُنے کیوں
حاصل کیا ہے سر کو دھنے کیوں

کون ہے اپنا کہوں میں کس سے
من کی بپتا کہوں میں کس سے

کون سُنے گا مَن کا گیت

بلبُل ہے مصروفِ نالہ
پی کہتا پھرتا ہے پپیہا

کوئی نہیں ہے اپنا میت
کون سُنے گا من کا گیت

نیہا لگا کر ہم پچھتائے
سُکھ جتنے تھے ہمنے گنوائے

پریت کی ہے اُلٹی ہی ریت
کون سنے گا من کا گیت

پریم کی بازی کھیلنے والو
دُنیا کے غم جھیلنے والو

اس میں نہیں ہے ممکن جیت
کون سُنے گا من کا گیت

چھیڑ سکھی میرے من کا گیت

پھولوں کی کیوں بالی چھیڑی
کیوں کلیوں کی کہانی چھیڑی

راگ وہ گا جس میں ہو پیت
چھیڑ سکھی میرے من کا گیت

پریم کی بازی ہونے دے
تو غمازی ہونے دے

اب اس میں ہو ہار کہ جیت
چھیڑ سکھی میرے من کا گیت

جیون میں ہے اندھیاری
کچھ تو کر میری غمخواری

جیون کے دن جائیں نہ بیت
چھیڑ سکھی میرے من کا گیت

کسکو سُناؤں کس سے کہوں میں

کوئی نہیں ہے سننے والا
کوئی نہیں سر دھننے والا

کیوں نہ بھلا بے چین رہوں میں
کس کو سناؤں کس سے کہوں میں

درد بھری ہے میری بپتا
کوئی نہیں ہے میری سُنتا

کیوں نہ یہ آفت دل پہ سہوں میں
کس کو سناؤں کس سے کہوں میں

تم ہی سُن لو اک دن ساجن
موہے دے دو اپنے درشن

دکھیا کب تک آہ بھروں میں
کس کو سناؤں کس سے کہوں میں

کوئل نے کیوں شور مچایا

پھول ہر اک سو پھول رہے ہیں
باغ میں پنچھی بول رہے ہیں

اس ظالم کو کیا یاد آیا
کوئل نے کیوں شور مچایا

کوکو کی آتی ہیں صدائیں
اشک نہ کیوں آنکھوں میں آئیں

پی کو اس نے یاد دلایا
کوئل نے کیوں شور مچایا

اس سے کہہ دو چپ ہو جائے
میں بھی نہ چلا اٹھوں ہائے

ہائے میرا بھی دل بھر آیا
کوئل نے کیوں شور مچایا

پیا بن سُونا ہے سنسار

پھُولوں میں وہ رنگ نہیں ہے
کلیوں کا وہ ڈھنگ نہیں ہے
سُونی سی ہے بہار۔ پیا بن سُونا ہے سنسار
ختم ہوئیں بُلبل کی صدائیں
ختم ہوئیں قُمری کی نوائیں
ختم ہے پی کی پکار۔ پیا بن سُونا ہے سنسار
گلُشن میں ہریالی کب ہے
پھُولوں میں وہ لالی کب ہے
گرم ہے بادِ بہار۔ پیا بن سُونا ہے سنسار

برہا کا روگ لگا میرے من کو

اُن نینوں نے تاکا مجھ کو
ہوش نہیں ہے آیا مجھ کو

برہا اگن نے پھونکا تن کو
برہا کا روگ لگا میرے من کو

ہائے غضب نہیں چاندنی راتیں
کر گئی آفت اُن سے باتیں

روتی ہوں بیٹھی ہیں جیون کو
برہا کا روگ لگا میرے من کو

من کہتا ہے ساجن ساجن
آنکھوں کی اِچھا ان کا درشن

ہائے کہاں پاؤں ساجن کو
برہا کا روگ لگا میرے من کو

برہا بہت ستاوے پریتم

وہ دن بھی تھے کتنے اچھے
برہا سے جب ہم تھے بیگانے
گانے تھے دن رات نرالے

اب تو برہا رُلاوے پریتم - برہا بہت ستاوے پریتم

اب تو راتیں کب ہیں راتیں
پڑتی ہیں کرنا دل سے باتیں
برہا کی ہیں یہ ساری گھاتیں

برہا ہی تڑپاوے پریتم - برہا بہت ستاوے پریتم

دُکھ مٹ جائے تم آجاؤ
پیاسے ہیں نیناں پیاس بُجھاؤ
درس دکھاؤ پھر سے جلاؤ

جیون بیتا جائے پریتم - برہا بہت ستاوے پریتم

پجاری پریم سے ہے سنسار

اس کا انت سمجھ لے ناداں
کیوں ہوتا ہے اتنا حیراں

پریم ہی سے ہے بہار
پجاری پریم سے ہے سنسار

یہ دنیا کے رشتے ناتے
کیوں کر سے یہ حسن کو بھائے

گر نہ ہو پریم پکار
پجاری پریم سے ہے سنسار

پریم ہی پریم ہے اصلی مایا
پریم سے ہے یہ ساری کایا

دیکھ لے پریم دوار
پجاری پریم سے ہے سنسار

دیکھ لے کر کے پریت

پریت میں کھو جاتا ہے انسان
ہو جاتی ہے ہستی ویراں

پریت کی یہ ہے ریت
دیکھ لے کر کے پریت

پریت میں کرنا پڑتی ہیں آہیں
بچنے کی رہتی نہیں ہیں راہیں

ملتا نہیں کوئی میت
دیکھ لے کر کے پریت

رہ جاتا ہے پریت کا سودا
مٹ جاتا ہے دل کا جھگڑا

دن جاتے ہیں بیت
دیکھ لے کر کے پریت

پریت کا گیت نہ گا اے سجنی

پریت کا گیت نہ گا

پریت کے گیت کو سب نے گایا
پوچھ لے کیا کس نے پھل پایا

راگ کچھ اور سُنا لے سجنی
پریت کا گیت نہ گا۔ پریت..

پریت ہے بے کاروں کا دھندا
پریت ہے اک جیون کا پھندا

اس کے نہ پیچ میں آ اے سجنی
پریت کا گیت نہ گا۔ پریت..

قُمری، کوئل، مور، پپیہا
کون نہیں اس کارن ڈوبا

تو بھی نہ پران گنوائے سجنی
پریت کا گیت نہ گا پریت..

دُکھ کی کر نہ شکایت مُورکھ

دکھ کی کر نہ شکایت

دُکھ کو کیوں تو دُکھ کہتا ہے
کیوں کہہ کہہ کر دُکھ سہتا ہے

راحت ہے یہ مصیبت مورکھ
دُکھ کی نہ کر شکایت، دکھ..

دکھ کا سُکھ تو کیا پہچانے
اس کی حقیقت تو کیا جانے

تو کیا جانے حقیقت مورکھ
دکھ کی نہ کر شکایت، دکھ..

غنچۂ دل کس کا کِھلتا ہے
یہ دکھ تو اُس کو ملتا ہے

جس کی بھلی ہے قسمت مورکھ
دکھ کی نہ کر شکایت، دُکھ..

دکھ میں ہے بہزاد بچارا
لیکن ہے وہ ہنستا رہتا

دیکھ لے اس کی حالت مورکھ
دکھ کی نہ کر شکایت، دکھ..

آئی بسنت کی رُت

کیوں ہم نہ جھُوم جائیں

ہیں پھول سب رنگیلے
ہیں سارے پیلے پیلے

یہ خوشنما ہے منظر
ہم کیوں نہ مسکرائیں
آئی بسنت کی رُت
کیوں ہم نہ جھوم جائیں

دھانی ہر ایک شے ہے
ہے مست جو بھی ئے ہے

آیا ہے خوب موسم
ہم کیوں نہ گنگنائیں
آئی بسنت کی رُت
کیوں ہم نہ جھوم جائیں

گلشن کا پتّہ پتّہ
دلکش ہے اور دل افزا

ہر غنچہ کہہ رہا ہے
آؤ لہک کے گائیں
آئی بسنت کی رُت
ہم کیوں نہ جھوم جائیں

حضرت بہزاد لکھنوی کے بھجن

بَن بَن گھُومے رادھا پیاری

پاس جو ان کے شیام نہیں ہے
ان کو ذرا آرام نہیں ہے

رادھا پیاری کے بلہاری
بن بن . . . .

مُرلی کی آواز کو سُن نے
سُن نے اور اپنا سر دھننے

پھرتی ہے ہر سو ماری ماری
بن بن گھُومے . . . .

رادھا پیاری کی ڈولے نیا
ہائے کہاں ہیں کرشن کنھیا

پریم کے ہاتھوں رادھا ہاری
بن بن گھومے . . . . .

کب ہوگی پوری آسا

بے کل ہوں درس دکھادو
کب وہ پیر ملے گی بتادو

اے میرے کرشن کنہیا
کب ہوگی پوری آسا

کب سے ہوں ہاتھ بڑھائے
کب سے ہوں آنکھ اٹھائے

جو دینا ہے دیدو داتا
کب ہوگی پوری آسا

تم داتا ہو میں بھکاری
تم دیوتا ہو میں پجاری

تم سے ہے میری دنیا
کب ہوگی پوری آشا

رام کے کیوں نہ میں بل بل جاؤں

چین میں ہے مرے من کی دنیا
کیف میں کہتا ہے جیون میرا

ان کی بدولت جب سکھ پاؤں
رام کے کیوں . . . . .

نام سے ان کے سُکھ ملتا ہے
غنچہ مرے دل کا کھلتا ہے

کیوں کرے میں ان کو بھلاؤں
رام کے کیوں . . . .

رام سے ہے کُل جگ اُجیارا
ہے جیون کو ان کا سہارا

ان کے نہ کیونکر میں گُن گاؤں
رام کے کیوں نہ میں بل بل جاؤں

رام کا ہے کُل جگ کو سہارا

بگڑی ہی میں کام آتا ہے سب کے
بگڑے ہی کام بنتا ہے سب کے

ان کا ایک ادنیٰ سا اشارہ
رام کا ہے کُل جگ کو سہارا

سیتا کو لنکا سے چھڑایا
پاپ سے کل دنیا کو بچایا

رام ہی نے راون کو مارا
رام کا ہے کُل جگ کو سہارا

اودھ پوری کے بھگون ہیں یہ
پھول ہیں لچھمن گلشن ہیں یہ

نام ہے ان کا پیارا پیارا
رام کا ہے کُل جگ کو سہارا

ہے رام نام کا سہارا

ہیں رام ہی پالن ہارے
ہم سب کے بھی ہیں سہارے

ہے نام بھی ان کا پیارا
ہے رام نام کا سہارا

یہ کرتے ہیں دھرتی کا پالن
ان کا نہ ہو کیوں یہ تن اور من

ان کا ہر کام ہے نیارا
ہے رام نام کا سہارا

دھرتی ہے ان سے روشن
مکتی ہے ان کا درشن

ہے ان سے ہی جگ اجیارا
ہے رام نام کا سہارا

چلو متھرا کو ہو آئیں

وہاں پہ جیون کھو آئیں

وہاں رہتے ہیں کرشن کنھیّا
بنواری جگ کے رکھوّیا

ان چرنوں پر رو آئیں
چلو متھرا کو ہو آئیں

وہاں ڈول رہی ہیں بہاریں
وہاں گاتے ہیں لوگ ملھاریں

وہاں ہم دل کو کھو آئیں
چلو متھرا کو ہو آئیں

چلو دیر نہ اتنی لگاؤ
چلو بگڑی کو اپنی بناؤ

چلو پاپ کو ہم دھو آئیں
چلو متھرا کو ہو آئیں

کون گلی گیو کرشن مُراری

ڈھونڈھ پھری میں تم کو بن بن
پر نہیں پائے تمھارے درشن

کیا کروں میں برہا کی ماری
کون گلی گیو کرشن مُراری

مدت سے سنسان ہے دنیا
تم بن ہاں ویران ہے دُنیا

یاد ہے سب کے دل میں تمہاری
کون گلی گیو کرشن مراری

اب تو موہے درش دکھا دو
بگڑی ہوئی تقدیر بنا دو

میں جاؤں تم رے بلہاری
کون گلی گیو کرشن مراری

کون یہ کہتا ہے رادھا رادھا

ہاتھ میں مُرلی سانولی صورت
چال انوکھی موہنی مُورت

بھولا بھالا سیدھا سادھا
کون یہ کہتا ہے رادھا رادھا

آنکھ میں آنسو حال پریشاں
پریم کے ہاتھوں مُضطر و حیراں

پریم کا مارا پریم اگادھا
کون یہ کہتا ہے رادھا رادھا

جمنا کنارے مُرلی نہ جائے
سُدھ کھوئے اور سُدھ بسرائے

مُرلی والا۔ سیدھا سادھا
کون یہ کہتا ہے رادھا رادھا

کرشن مراری نند کے لالہ

جگ کے ہیں یہ پالن ہارے
ان سے ہیں روشن چاند ستارے

پھیلا ہے ان سے جگ میں اُجالا
کرشن مراری نند کے لالہ

ان کی لیلا سب سے نیاری
ان کی صورت پیاری پیاری

کیوں نہ کہیں انہیں جگ رکھوالا
کرشن مراری نند کے لالہ

اُن کا پریم ہے سب کے دل میں
یہ رہتے ہیں ہر محفل میں

بول نہ کیوں ہو اُن کا بالا
کرشن مراری نند کے لالہ

مری عید تم ہو

یہ سنتا ہوں ہے عید کی رُونمائی
مسرّت میں ڈوبی ہے ساری خدائی
میں ہوں وقفِ آلام درد و جدائی
خُدارا مجھے یاد آ کر نہ چھیڑو

مری عید تم ہو

یہ مانا کہ یہ دن مسرّت بھرا ہے
یہ مانا کہ ہر شخص خوش ہو رہا ہے
مرا دل مسرّت سے بیگانہ سا ہے
کرو مُنصفی اور ذرا دل میں سوچو

مری عید تم ہو

غلط ہے کہ دنیا میں اُلفت نہیں ہے
غلط ہے کہ خونِ محبت نہیں ہے
مجھے عید کی کچھ مُسرت نہیں ہے
محبّت نہیں یہ تو کیا شے ہے. بولو

مری عید تم ہو

یہ سُن لو اُسی دن مری عید ہو گی
مُیسر نگاہوں کو جب دید ہو گی
محُبت کی جس وقت تجدید ہو گی
میں قربان تم پر بس اتنا سمجھ لو

مری عید تم ہو

نعتیں

جناب لطیف الرحمٰن صاحب رمزؔ

حمد

کروں میں وضو پہلے لاؤ تو ذرا پانی
پھر حمد خدا لکھوں جو فرض ہے انسانی
واحد ہیں وہ ازل سے محتاج انکے سب ہیں
ان کا نہ کوئی ہمسر ان کا نہ کوئی ثانی
ہیں بے نیاز سب سے پروا نہیں کسی کی
برتر بزرگ ہستی ان کی ہے سب نے مانی
پیدا نہ وہ کسی سے اُن سے نہ کوئی پیدا
ماں باپ ہے نہ کوئی نانا ہے اور نہ نانی
بیٹا نہ کوئی بیٹی، بیوی نہ کوئی بھائی
وہ رب ہیں دو جہاں کے انکا نہیں ہے ثانی
جو کچھ ہے آسماں پر یا جو زمین پر ہے
کُل کائینات کے بس وہ ایک ہی ہیں بانی
ہر شے پہ ہیں وہ قادر ہر چیز کے ہیں مالک

یہ اپنا عقیدہ ہے، یہ شانِ مسلمانی

وا چشمِ حقیقت کر پھر لطف اٹھا اس کا

اشعار کے پردے میں اسباق ہیں قرآنی

حیراں ہوں رئیس انکی تعریف میں کیا لکھوں

اس منہ سے صفت انکی نادانی ہے نادانی

نعت

سوچا تھا کہ حالِ دل سرکار میں جا کہئے
اب آکے یہ حیراں ہوں کہ کہئے تو کیا کہئے

مجبورِ محبت ہوں جوں شمع و پروانہ
دنیا مجھے کہتی ہے دیوانہ ہے کیا کہئے

مجرم ہوں محبت کا دربار میں حاضر ہوں
دیوانہ ہوں الفت کا دیوانے کو کیا کہئے

میں نے کہا شیدا ہوں تو ہنس کے یہ فرمایا
دیوانہ ہے دیوانہ، دیوانے کو کیا کہئے

شیدائے محمدؐ ہوں، حوریں مجھے کہتی ہیں
دیوانہ ہے فرزانہ دیوانے کو کیا کہئے

ساقی مجھے کوثر کا اک جام عنایت ہو
دل ہے مرا پیمانہ، پیمانے کو کیا کہئے

جلوے ہیں مرے دلمیں اب کون و مکاں کے بھی
دل ہے کہ پری خانہ اس خانے کو کیا کہیئے
دل غرق ہے الفت میں اس شے کی محبت میں
اور مست ہے مستانہ مستانے کو کیا کہیئے
آتے ہیں رئیسؔ اب تو وہ دل میں بنگاہ ہو نیمں
دل ہے مرا کاشانہ کاشانے کو کیا کہیئے

لللہ سنبھالو مجھے لللہ سنبھالو

یا میرے بنو یا مجھے تم اپنا بنالو
ہر روز کا کھٹکا تو مرے دل سے نکالو

پھر کھینچتا ہے جذب مجھے جانب طیبہ
بُلوانا ہی مجھ کو ہے تو جلدی سے بلالو

میں غیر کا ہو کر رہوں مجھکو نہیں منظور
اپنا جو بنانا ہے، تو اپنا ہی بنالو

اتنا مرا ارمان ہے، اتنی ہے تمنا
ویراں ہے مرا خانۂ دل اس کو بسالو

پھنس جاؤں نہ دنیا کے بکھیڑوں میں آقا
لللہ سنبھالو، مجھے لللہ سنبھالو

محشر میں کہیگا یہ ہر اک اُن سے گنہگار
جب اپنا بنایا ہے تو دامن میں چھُپالو

آتے ہیں رئیسؔ اپنے خیالوں میں وہ اکثر
پر اُن سے کہے کون کہ پردہ تو ہٹالو

چلا جا رہا ہوں کھنچا جا رہا ہوں

چلا جا رہا ہوں کھنچا جا رہا ہوں
عجب بیخودی میں چلا جا رہا ہوں

مدینہ کے رستہ میں کب پیچ و خم ہیں
اٹھائے ہوئے مُنہ چلا جا رہا ہوں

کرم سے بلایا ہے آقا نے مجھ کو
خوشی سے میں پھُولا چلا جا رہا ہوں

نہ روکو عزیز و خدا را نہ روکو
مدینے ہے جانا چلا جا رہا ہوں

وطن کی محبت عزیزوں کی چاہت
یہ سب تم پہ چھوڑے چلا جا رہا ہوں

دو عالم کے حامی سے جوڑا ہے رشتہ
یہ رشتہ ہے پختہ چلا جا رہا ہوں

محبت میں اک اک قدم اُٹھ رہا ہے
اٹھائے قدم میں چلا جا رہا ہوں

مرے دل پہ ہے نقش نام محمدؐ
یہی نام جپتا چلا جا رہا ہوں

وہی ہیں تصور میں پیش نظر بھی
انہیں کو میں تکتا چلا جا رہا ہوں

خوشی سے میں پہونچوں گا کوئے نبیؐ میں
زیارت کو ان کی چلا جا رہا ہوں

وہی دردِ دل ہیں۔ وہی دل کا درماں
رئیسؔ ان کی خاطر چلا جا رہا ہوں

غزل

کیا جانے کہ وہ آج کدھر دیکھ رہے ہیں
دل دیکھ رہے ہیں کہ جگر دیکھ رہے ہیں

جلوے ترے چھائے ہوئے ہیں کون و مکاں پر
بند آنکھیں کئے اہل نظر دیکھ رہے ہیں

عشاق تو کہتے ہیں صنم خانہ کہاں ہے
ہم کعبہ میں اللہ کا گھر دیکھ رہے ہیں

جلوے ہیں ابھی نورِ مجسم کے یہاں ہیں
شب دیکھنے والے بھی سحر دیکھ رہے ہیں

تو طیبہ سے آئی ہے جو اترائی ہوئی ہے
ہم چال تری بادِ سحر دیکھ رہے ہیں

کیا رعبِ رسالت ہے ترا شافعِ عالم
چھپ چھپ کے تجھے اہلِ بصر دیکھ رہے ہیں

اے رحمتِ عالم تری رفعت کے ہیں قرباں
سکتے میں کھڑے جن و بشر دیکھ رہے ہیں

وہ گنبدِ خضرا وہ مقامِ شہِ عالم
جھک جھک کے اُسے شمس و قمر دیکھ رہے ہیں

جز تیرے ہمارا کوئی مقصود نہیں ہے
ہم تیری نگہ تیری نظر دیکھ رہے ہیں
صد شکر تصور میں نظر آ گیا طیبہ
ہم اپنی شب غم کی سحر دیکھ رہے ہیں
اب کیا کہیں دنیا سے رئیس اپنی تمنا
ہم پوچھنے والوں کی نظر دیکھ رہے ہیں

واہ کیا شان ہے قربان رسول عربی
میرے آقا مرے سلطان رسول عربی

آپ کی ذات مقدس ہے سراپا رحمت
برکت و رحمت رحمٰن رسول عربی

آپکا مصحف رخ سامنے آنکھوں کے رہے
ہاں یہی ہے مرا قرآن رسول عربی

ہوں تہی دست بھلا اور تو کیا رکھا ہے
لایا ہوں نذر کو ایمان رسول عربی

کلمہ گو آپ کے ہیں آپ پہ اتراتے ہیں
ساری دنیا کے مسلمان رسول عربی

وقت امداد ہے کچھ غیب سے ساماں کیجئے
ہوں بہت بے سر و سامان رسول عربی

کل قیامت میں مری آبرو رکھ لیجئے گا
اے مرے ہادی ذیشان رسول عربی

دم آخر جو مری روح ہو رخصت تن سے
آپ پر جا کے ہو قربان رسول عربی

یہ جو ہے آپ کا اک ادنیٰ گدا یعنی رئیس
اس کو طیبہ کا ہے ارمان رسول عربی

دِل اُس کا طلبگار ہے جو یا ہے نظر بھی

دل اس کا طلبگار ہے جویا ہے نظر بھی
جو خیرِ دو عالم ہے اور خیرِ بشر بھی

ہے یادِ نبیؐ یادِ الٰہی مرے وظیفہ میں
دل میرا مدینہ بھی ہے اللہ کا گھر بھی

میں کیا کہوں کیسا ہے رخِ پاک کا عالم
قربان ہے خورشید تصدق ہو قمر بھی

اس نورِ مکمل کی صفت کیا ہو بیاں سے
پوشیدہ بھی نظروں سے ہے اور پیشِ نظر بھی

ہیں میرے تصور میں رخ و گیسوئے حضرت
ہے شب بھی مرے پیشِ نظر اور سحر بھی

دونوں کی تمنا ہے کہ پہنچوں میں مدینہ
شیدا ہے درِ پاک کا یہ دل بھی جگر بھی

کس طرح سمائیں بھلا کونین میں جلوے
ان کے تو لیے تنگ ہے دامانِ نظر بھی

اک بار رخِ پاک کا ہو جائے نظارا
یہ دل کی بھی حسرت ہے تمنائے جگر بھی

قسمت جو رسا ہو گی رئیسِ جگر افگار
جاؤں گا مدینے بھی میں اللہ کے گھر بھی

طیبہ کی سمت لیکے چلا پائے آرزو

طیبہ کی سمت لے کے چلا پائے آرزو
ہاں دیکھنے چلا ہوں تماشائے آرزو

چلچل سنبھل سنبھل کے قدم کو بڑھائے چل
لغزش نہ آنے پائے کہیں پائے آرزو

پھر آئیں گے ثمر مرے باغ امید میں
پھر پھول لا رہے ہیں شجر ہائے آرزو

پھر ابر خوش خرام اٹھا ہے بصد ادا
رحمت تمام بن گئی دنیائے آرزو

جو جو میں مانگتا ہوں خدارا مجھے ملے
احسان دل کے پورے ہوں برآئی آرزو

بہر جناب مرتضیٰ مشکل کشا علیؑ
حل میری مشکلات ہوں برآئے آرزو

پھر دل مچل رہا ہے کہ در پر بلایئے
ہاں ہاں وہی جگہ ہو وہی جائے آرزو

جو کچھ میں چاہتا ہوں سب ہے علم آپکو
کیا بار بار عرض کروں ہائے آرزو

دامن کو کھولے بیٹھا ہوں اس آس پر رئیس
امید دل کی پوری ہو برآئے آرزو

نبیؐ کے نام پہ سب کچھ لٹا رہا ہوں میں
خدا کا شکر ہے قسمت بنا رہا ہوں میں

میں جھوم جھوم کے لکھتا ہوں ان کی تعریفیں
مزے مزے سے اُنہیں کو سُنا رہا ہوں میں

عجیب لطف سے روداد دل کو لکھتا ہے
عجیب کیف میں تانیں اُڑا رہا ہوں میں

جو میرے ساتھ چلا ہے مرا دل مضطر
ہر اک گام پہ سجدے کرا رہا ہوں میں

ترے فراق میں کچھ بے کلی سی رہتی ہے
تری تلاش میں کھویا سا جا رہا ہوں میں

بسا بسا کے انہیں دل میں اور سینے میں
تخیّلات کی دنیا بسا رہا ہوں میں

اُٹھا اُٹھا کے شریعت کے سارے پردوں کو
تمہاری بزم میں جانے کو آ رہا ہوں میں

خوشی خوشی سے منازل کو کر رہا ہوں طے
خدا کا شکر مدینے کو آ رہا ہوں میں

ترے کرم کا تصدق، حجاز سے نکلا

ترا طفیل حقیقت کو پا رہا ہوں میں

تری جدائی میں بھرتا تھا آہ کے نعرے
ترے خیال میں تسکین پا رہا ہوں میں

رئیس اس کو زمانہ سمجھ رہا ہے نعت
یہ حال دل ہے جو ان کو سُنا رہا ہوں میں

مرا دل مری جاں مرا سینہ سینہ
طفیلِ محمدؐ۔ خزینہ خزینہ

بسا ہے مرے دل میں جانِ دو عالم
چمکنے لگا ہے نگینہ نگینہ

کرم ہو کرم ہو غلاموں پہ آقا
برائے بتولؓ اور سکینہؓ سکینہؓ

دو عالم کے حامی خدارا خدارا
پھٹا جا رہا ہے مرا سینہ سینہ

پھر آیا ہے حج کا مدینہ کا موسم
چلا جا رہا ہے سفینہ سفینہ

بلا لو ہمیں بھی ہمیں بھی بُلا لو
چلا جا رہا ہے جہینہ جہینہ

بُلا لو جو در پہ تو تسکینِ دلی ہو
کہ چلا رہا ہے مدینہ مدینہ

پسند آگیا ہے اُسے بھا گیا ہے
ہر اک طور یثرب قرینہ قرینہ

فدائے مدینہ ہوں اے دیر والو
زباں پہ رہے میری مدینہ مدینہ

عدو کو سنا دی جو نعت محمدؐ
اُسے آرہا ہے پسینہ پسینہ

تصدق دل و جاں رئیس ان کے در پر
کہ جن سے بنا ہے مدینہ مدینہ

"ارمانِ مدینہ"

پھر دل میں اٹھا ہے مرے ارمانِ مدینہ
آنکھوں میں سمایا ہے گلستانِ مدینہ

فرقت میں تڑپتے ہیں غلامانِ درِ پاک
پھر آپ کے بلا لیجیے سلطانِ مدینہ

ہوتی ہے زیارت انھیں ہر روز نبیؐ کی
زوّار جو ہو جاتے ہیں مہمانِ مدینہ

اک جھمگٹا رہتا ہے ملائک کا شب و روز
فردوس کا ٹکڑا ہے کہ دامانِ مدینہ

میں گرچہ تہی دست ہوں پر اے شہِ شاہا
کچھ آپ ہی کر دیجیے سامانِ مدینہ

اے گنبدِ خضرا کے مکیں میں ترے قرباں
مجھ کو بھی جگہ دے تہِ دامانِ مدینہ

خوش خُلق ہیں جتنے بھی ہیں طیبہ کے مکیں سب
بھولوں گا نہ مر کر بھی میں احسانِ مدینہ

مہمانِ خدا بنتا ہے جو جاتا ہے اُس جا
کیا شان ہے واللہ تری شانِ مدینہ

تولد ہوا مکہ تو مدینہ بنا مسکن
ہیں شاہ جہاں سرورِ ذیشان مدینہ
کس لطف سے پوری ہو رئیس اپنی تمنا
آجائے بلانے کا جو فرمان مدینہ

محمدؐ محمدؐ

عزیز دل و جاں محمدؐ محمدؐ
میں صدقہ میں قرباں محمدؐ محمدؐ

مرے دیدہ و دل کی ٹھنڈک تمہیں ہو
محبّ دل و جاں محمدؐ محمدؐ

تمہارا کرم ہے تمہارا تصدق
ملا ہم کو سبحاں محمدؐ محمدؐ

تمہارا وسیلہ تمہارا سبب ہے
جو آیا ہے قرآں محمدؐ محمدؐ

میں صدقہ میں صدقہ تری حمد و نعت
میں قرباں میں قرباں محمدؐ محمدؐ

نظارہ ہو پھر سبز گنبد کا مجھ کو
ہے دل کا یہ ارماں محمدؐ محمدؐ

تمہاری ہی خاطر تمہاری بدولت
ملا ہم کو ایماں محمدؐ محمدؐ

تمہارے تصوّر میں ہوں محو ہر دم
میں پڑھتا ہوں قرآں محمدؐ محمدؐ

ہے جب تک زباں میں تکلم کا یارا
کہے جاؤں گا ہاں محمدؐ محمدؐ

کہے جا کہے جا یہ صبح و مسا تو
رئیس ثنا خواں محمدؐ محمدؐ

مدینہ منوّرہ سے واپسی

طیبہ میں آکے روح کو خوش پا رہا ہوں میں
قسمت پہ اپنی ناز ہے اِترا رہا ہوں میں

کہتے ہیں اہلِ قافلہ اب ہند کو چلو
افسوس دل کو یہ ہے کہ کیوں جا رہا ہوں میں

رہنے بھی دو مجھے درِ اقدس پہ دوستو
اِک اِک سے کہتے کہتے تھکا جا رہا ہوں میں

دربارِ شہ سے حکم ملا ہے کہ جاؤ گھر
سر خم ہے حکمِ شاہ پہ یوں جا رہا ہوں میں

گو دل کی ضد یہی ہے نہ جاؤں یہاں سے میں
مجبور حکمِ شاہ سے ہوں جا رہا ہوں میں

آ کر دیارِ پاک میں سب کچھ تو تج دیا
اب جا رہا ہوں نام کو ہاں جا رہا ہوں میں

للہ پھر کرم سے بُلا لیں مجھے حضورؐ
کیسے کہوں کہ در سے چلا جا رہا ہوں میں

مڑ مڑ کے دیکھتا رہا روضہ دلِ غریب
جب تک نظر پہنچ سکی تکتا رہا ہوں میں

آنکھوں سے اشک بہتے ہیں یا لختِ دلِ رئیس
کوئے نبی سے آہ چھٹا جا رہا ہوں میں

شبِ معراج

محبوب کو مہمان بلایا شبِ معراج
اللہ نے دیدار دکھایا شبِ معراج

وہ جلوہ کہ غش طور پر موسیٰ ہوئے جس سے
حضرت کو سرِ عرش دکھایا شبِ معراج

سوتے تھے شہ جن و بشر گھر میں پھپی کے
جبریلؑ امیں لینے کو آیا شبِ معراج

یہ رتبۂ عالی نہ ملا ہے نہ ملے گا
امت کا ستارا چمک اٹھا شبِ معراج

اک شور ہوا صلے علیٰ صلے علیٰ کا
مازاغ کا سرمہ جو لگایا شبِ معراج

کی سیر دو عالم کی غرض جسم نبی نے
نیرنگ دو عالم کو دکھایا شبِ معراج

ادنیٰ سی فضیلت تو یہ ہے شاہ ہدیٰ کی
جبریلؑ نے آنکھوں سے جگایا شبِ معراج

یہ رتبۂ عالی ہے تمہارا رئیس اپنے نبیؐ کا
خالق نے سرِ عرش بلایا شبِ معراج

فریاد بہ درگاہ رحمت للعالمین

صلی اللہ علیہ وسلم

تخیل سے اپنے میں مجبور ہو کر — کلیجہ کے زخموں سے خود چوُر ہو کر
گیا سوئے یثرب میں دربار شہ میں — انہیں کی محبت میں مخمور ہو کر
جبین محبت رکھی ان کے در پر — محبت کے آداب میں چور ہو کر
کیا عرض پھر اے شہہ دین و دنیا — ترے در پہ آیا ہوں مجبور ہو کر
زمانے کے ہاتھوں سے ہو کر پریشاں — میں فریاد لایا ہوں مجبور ہو کر
دہائی ہے اے شاہ دیں شاہ دنیا — عدو کی چڑھائی ہے مسرور ہو کر
ترے نام لیوا ہیں نرغے میں اس دم — دہائی بھی حیراں ہے مجبور ہو کر
شیاطیں کا غلبہ بڑھا جا رہا ہے — مسلماں پریشاں ہیں مجبور ہو کر
یہ مانا کہ اعمال اپنے برے ہیں — مگر تیری رحمت پہ مغرور ہو کر
ترے در پہ آیا ہوں پھیلائے دامن — زمانہ سے ناشاد و مجبور ہو کر
امید کرم لے کے آئی ہے مجھ کو — یہاں سے میں جاؤں گا بھرپور ہو کر
نہ جاؤں گا ہرگز یہاں سے میں خالی — اٹھوں گا میں اس در سے مسرور ہو کر

نگاہ کرم ہو غلاموں پہ آقا — تمہیں تک رہے ہیں یہ مجبور ہو کر
دعا حق سے کیجئے نواسوں کا صدقہ — بنے کام اپنا جو منظور ہو کر
فتح بھی عطا اور ظفر بھی عطا ہو — رہیں تاکہ دنیا میں مشہور ہو کر
کلیجوں پہ کوندا کریں مثلِ بجلی — دلوں کو جلا بخش دیں نور ہو کر
جگہ دیں ہمیں آنکھ میں اہلِ بینش — سما جائیں ہم سرمۂ طور ہو کر

دو عالم کے آقا مدد کر مدد کر
شہِ دین و دنیا مدد کر مدد کر

یہ سن کے دو جہاں میں ہیں بس آپ خوبرو
دل لے کے میں بھی آیا ہوں رہ جائے آبرو

خود اپنا ہوش ہے نہ زمانے کا ہوش ہے
یارائے ضبط ہے نہ ہے یارائے گفتگو

دامن کے ساتھ ساتھ گریباں ہے تار تار
نہ قابلِ بیاں ہے نہ قابلِ رفو

قطرے کی آرزو ہے سمندر سے جا ملے
ذرے کو ہے خیال کہ بن جائے ماہرو

خواہش ہے مور کی کہ سلیماں سے جا ملے
ہو رآپ کی لگن ہے مجھے اور جستجو؟

دنیا میں سر بلند ہوں عقبےٰ میں سرفراز
آیا ہوں در پہ آپ کے رہ جائے آبرو

گنجینۂ کرم ہے مدینہ رسولؐ کا
میری نگاہ میں ہے وہی جاہ آبرو

مل جائے مجھ کو صدقۂ حسنینؑ پاک میں
صبر و قرار و چین و سکوں اور آبرو

اے شاہِ دیں کرم ہو اسے دنیا نگاہ رحم؟
اس در پہ بڑھے رئیس کی بڑھ جائے آبرو

پاتے ہیں زندگی میں عجب انقلاب ہم
روتے ہیں لے کے نام شہِ بوترابؑ ہم

گر خون ہو کے ہجر مدینہ میں دل بہے
سمجھیں کہ پا گئے ہیں غم کامیاب ہم

کہدیں گے صاف صاف کہ تم پر نثار ہیں
یثرب کے فتنے فتنے سے کر کے خطاب ہم

جا کر دیارِ پاک کی گلیوں کو جھاڑتے
ہوتے صبا کے ساتھ اگر ہمرکاب ہم

طیبہ کی سمت سر کو جھکانے دے زاہدا
ہاں جانتے نہیں ہیں عذاب و ثواب ہم

سمجھیں کہ ہم کو مل گئی معراجِ زندگی
جس دن کہ اس دیار میں ہوں باریاب ہم

ہم ہیں گناہ گار مگر تو رحیم ہے کہہ دینگے صاف صاف یہ روزِ حساب ہم
ہجرِ نبی میں ہم کو میسر سکوں نہیں کیا دیکھیں آہ سیرِ شبِ ماہتاب ہم
اوروں کو تو ازل میں ملیں خوب نعمتیں
لائے ہیں اے رئیس فقط اضطراب ہم

معراج کی بہار

بہار ہے بہار ہے
معراج کی بہار ہے
مستو! چلو دوڑو ذرا۔ مقبول ہوتی ہے دعا
دیکھو چلی ٹھنڈی ہوا موسم ہے کیا فرحت فزا
ہر سمت ہے غنچہ کھلا۔ دن آج ہے معراج کا
رحمت کی چھائی ہے گھٹا۔ جنت کا در بھی ہے کھلا
پیر مغاں کا در کھلا۔ تسنیم اور کوثر کھلا
یعنے جناب مصطفٰے بیٹھے ہیں اب کوثر پہ آ
مستو! بہک جانا نہ تم

دیکھو بھٹک جانا نہ تم
ہشیار گھبرانا نہ تم
حد سے گذر جانا نہ تم
کیوں — بہار ہے بہار ہے
معراج کی بہار ہے
خالق کا صدقہ مانگ لو، دنیا و عقبیٰ مانگ لو
اُن کا سہارا مانگ لو، دنیا کی دنیا مانگ لو
مرضیِ مولا مانگ لو، جو چاہو ماں گا مانگ لو
اُن کی تمنا مانگ لو۔ یثرب کا سودا مانگ لو
قلب فسردہ مانگ لو۔ چشم تمنا مانگ لو
ان کا نظارا مانگ لو، اچھا ہی اچھا مانگ لو
جو مانگو گے مل جائے گا
دل کا کنول کھل جائے گا
جو چُپ رہا پچھتائے گا
یہ وقت پھر ٹل جائے گا
کیونکہ — بہار ہے بہار ہے
معراج کی بہار ہے

ہے ان کی رحمت جوش پر، ہے رنگِ الفت جوش پر
اب ہے محبت جوش پر، دستِ عنایت جوش پر
ہے شانِ رحمت جوش پر، چشمِ عنایت جوش پر
ان کی محبت جوش پر، ان کی سخاوت جوش پر
میری محبت جوش پر، میری عقیدت جوش پر
میری ارادت جوش پر، میری طبیعت جوش پر

بیٹھے ہیں وہ جانِ نظر
قرباں ہوں شمس و قمر
قرباں ہوتے ہیں ادھر
میری نظر دل اور جگر

کیونکہ.... بہار ہے بہار ہے
معراج کی بہار ہے

یارب میں کیا کیا مانگ لوں، کیا ساری دنیا مانگ لوں
یا عشقِ مولا مانگ لوں۔ یا دل کا سودا مانگ لوں
یا دیدہ وا مانگ لوں۔ یا اک تمنا مانگ لوں
یا فقر و فاقہ مانگ لوں۔ یا عیشِ دنیا مانگ لوں
یا شامِ تنہا مانگ لوں۔ یا صبحِ صحرا مانگ لوں

یا درِ طیبہ مانگ لوں۔ یا یادِ بطحےٰ مانگ لوں
حیراں ہوں کیا کیا مانگ لوں آخر میں کیا کیا مانگ لوں
اللہ سے تجھ کو مانگ لوں یا تجھ سے تجھ کو مانگ لوں

اللہ ہوں میں بینوا سُن تو مری یہ التجا
مے عشق ختم الانبیاءؐ نے در دِ سرکار ہدا
اتنو رئیس بینوا تو کرے حق سے یہ دُعا
بہر جناب مصطفےٰؐ مقبول ہو یہ التجا

کیونکہ
بہار ہے بہار ہے
معراج کی بہار ہے

تمنّائے مدینہ

ہاں بادِ صبا لے چل　　کیوں دیر ہے کیا لے چل
لے دل سے دعا لے چل　　ہو تیرا بھلا لے چل
میں اشک بہاؤں گا　　تجھ کو بھی رلاؤں گا
دربار میں جاؤں گا　　کچھ حال سناؤں گا
غم اپنا بتاؤں گا　　کچھ داغ دکھاؤں گا
احوال سناؤں گا　　اور اشک بہاؤں گا

دربار میں پہونچا دے
سرکار میں پہونچا دے

اب دیر ہے کیا لے چل　　سن میرا کہا لے چل
کر غم کو جدا لے چل　　ہاں ہند چھڑا لے چل

ہوں ہند میں گھبراتا　　طیبہ کا ہے دھیان آتا
اب درد ہے تڑپاتا　　جینا بھی نہیں پاتا

ہے اشک بہا آتا　　دل سینے میں بھر آتا
ہے ہند سے کیا ناتا　　یاد آتا ہے وہ داتا

کہتا ہے رئیسؔ ہر دم
لے بادِ صبا لے چل

اے بادِ صبا لے چل　　للّٰہ ذرا لے چل

آرزوئے دل

لے بادِ صبا لے چل، للّٰہ ذرا لے چل
سُن حال مرا لے چل، اب بہرِ خدا لے چل
اُٹھ جلد ذرا لے چل، خاموش ہے کیا لے چل
کچھ رحم ہی کھا لے چل، ممنون بنا لے چل
سرکارِ مدینہ میں
دربارِ مدینہ میں

اس شہرِ محبت میں، اس خطۂ جنّت میں

اس مخزنِ رحمت میں دربارِ رسالت میں

پیاروں کا جو پیارا ہے۔ خالق کا دُلارا ہے
شافع جو ہمارا ہے۔ جو سب کا سہارا ہے
ملجا جو ہمارا ہے، جو دہر کا پیارا ہے
جو انجمن آرا ہے، آقا جو ہمارا ہے
قدموں میں اسی کے ہاں
لے بادِ صبا لے چل

شہنشاہِ ذیشان محمدؐ محمدؐ

شہنشاہ ذیشاں محمدؐ محمدؐ
اولوالعزم امکاں محمدؐ محمدؐ

دو عالم کے حامی دو عالم سے بہتر
ہیں محبوب سبحاں محمدؐ محمدؐ

مرے جان و دل اُن پہ سو بار صدقے
مرادین و ایماں محمدؐ محمدؐ

درود و سلام اُن پہ بیحد و بیعد
کہ ہیں شاہِ خوباں محمدؐ محمدؐ

پڑھے جاؤ ہر دم یہی اسم اعظم
کہے جاؤ ہاں ہاں محمدؐ محمدؐ

جبینِ محبت جھکے آستاں پر
ہے دل کا یہ ارماں محمدؐ محمدؐ

دکھا دیجیے خواب میں روئے انور
ہو مجھ پر یہ احساں محمدؐ محمدؐ

رئیس ثنا خواں ہمارا ہے بردا
ہو مُنہ سے یہ فرماں محمدؐ محمدؐ

اشکہائے مضطرؔ

محمد واحد یار خاں مضطرؔ

رامپوری

میں شاعری کے فنِ لطیفہ سے بہت دور ہوں۔ اور
نہ مجھے خیال ہے کہ میں شاعر ہوں۔ البتہ محبت کے
وسیع اور بسیط عنوان کو مدنظر رکھ کر یا قلب کے تاثرات
سے مجبور ہو کر آنسو آنکھوں سے گر جاتے ہیں۔ وہی میری
شاعری ہے۔ اب آپ اسے شاعری سمجھیں یا میری زندگی
کے واقعات۔ جو کچھ بھی ہے، حاضر ہے

آپ کا

مضطرؔ رامپوری

غزلیات

رات کے جب سناٹوں میں اُمید محبت ہوتی ہے
مغموم ستارے ہوتے ہیں مایوس جوانی ہوتی ہے

اُسوقت کوئی دیکھے آکر مایوس محبت کا عالم
جب چپکے چپکے روتا ہوں اور رات اندھیری ہوتی ہے

ویران نگاہیں ڈھونڈتی ہیں جب تمکو بزم حسرت میں
تو شمع خیال ناکامی تقدیر کو میری روتی ہے

جب شام سہانی ہوتی ہو جب دور سے کوئی گاتا ہے
اسوقت تصوّر میں میرے تصویر جوانی ہوتی ہے

یہ سجدے نہیں ہیں الفت کے یہ اشک نہیں ہیں آنکھوں کے
ہر گام محبت جھک جھک کر ممنون جوانی ہوتی ہے

شاید کہ سفینہ الفت کا اب کھیل رہا ہے موجوں سے
ہر لہر سمندِ مستی میں کچھ گاتی ہے اور روتی ہے

رُوداد محبت کے صدقے وہ بات جہاں میں ہو پیدا
جب نامِ مضطر آتا ہے محفل کی محفل روتی ہے

میں جنت جمال میں نغمے جگا چلا
اس پائے نازنیں پہ جبیں کو جھکا چلا

ابتک تو راز قلب ہی پنہاں تھا قلب میں
اب کیفیت بھی تیری نظر سے بچا چلا

مدہوش آرزو ہوں مجھے کچھ خبر نہیں
کس کس کو رازدارِ محبت بنا چلا

اللہ ری جرأتیں مری فریاد و آہ کی
میں ان کی شمع بزم بھی آکر بجھا چلا

دامانِ دل میں طور کے نغموں کو چھیڑ کر
پھر زندگی کو زندگیٔ نو بنا چلا

اس چشمِ مست نے مجھے مدہوش یوں کیا
جیسے کوئی شراب کا پیالہ پلا چلا

تو نے بتا کہ کیا کیا مضطرؔ کے واسطے
مضطرؔ تو تیرے واسطے سب کچھ مٹا چلا

شمع خیال آج جو روشن نہ ہو سکی
صبح اُمید مجھ سے لپٹ کر نہ رو سکی

دنیا تمام سو گئی اللہ ری بادِ سرد
میرے دلِ حزیں کی تمنا نہ سو سکی

سرمستیٔ حیات کو بھی رُو لئے مگر
تم کو تو پھر بھی ہم سے محبت نہ ہو سکی

کچھ ایسا کھو گیا ہوں میں تیرے خیال میں
جو بات مجھ کو کرنا تھی وہ بھی نہ ہو سکی

اللہ ری بیخودیٔ غمِ قلبِ مضطرب
دامن پہ بارِ چشمِ محبت نہ ہو سکی

مشکل ہے سربسر یہ کہانی فراق کی
ہم یاد تو کریں گے اگر یاد ہو سکی

دنیا کو کیا کہوں میں یہ میرا نصیب کہ
مضطرؔ کسی کو مجھ سے محبت نہ ہو سکی

"ساغرِ عشق یار پی"

جھوم رہی ہے کائنات مست ہے اب ہر اک حیات
خوب مئے بہار پی
ساغرِ عشق یار پی

مست نگہ کے جام کو دیکھ کے صبح و شام کو
ہو کے تو بے قرار پی
ساغرِ عشق یار پی

انجم و مہر و ماہ میں ہاں اسی درد و آہ میں
پی کے اور ایک بار پی
ساغرِ عشق یار پی

کالی گھٹائیں چھائی ہیں رنگ بہار لائی ہیں
ہاں دل بے قرار پی
ساغرِ عشق یار پی

خون ہو یا ہو اشکِ غم پی لے تو آج دم بدم
دیکھ کے مرغزار پی

ساغرِ عشق یار پی

پی لے تو جھوم جھوم کر ساغرِ جسم کو چوم کر

زیست میں ایکبار پی

ساغرِ عشق یار پی

توبہ بھی نذرِ جام ہے زندگی بھی تمام ہے

مضطرِ زار زار پی

ساغرِ عشق یار پی

اَبرِ رحمت سکون مجھے دربدر نہ دے

اے دل نوازِ دل کو فریب نظر نہ دے

سوتا ہوں اب میں خواب کی دنیا لئے ہوئے

کہدو کوئی صدا مجھے وقت سحر نہ دے

مغموم زندگی کی فضاؤں کے ساتھ ساتھ

اللہ تو کسی کو یہ شام و سحر نہ دے

مرکز پہ آکے بھی مرا رونا ہے اس لئے

یہ مشکلیں کوئی مری آسان کر نہ دے

اے آہ مضطرب یہ شکوں کے ساتھ چل + میرے خراب حال کی اُن کو خبر نہ دے

دنیا سے یوں نباہ کیے جا رہا ہوں میں
دنیا کا ہر گناہ کیے جا رہا ہوں میں

نقشِ جبیں پہ نقشِ قدم ہو گیا عیاں
سجدے جو بے پناہ کیے جا رہا ہوں میں

مغموم زندگی ہے تو مایوس ہے نظر
یوں ہر خوشی تباہ کیے جا رہا ہوں میں

تارے سے گر رہے ہیں مری چشمِ شوق سے
دامن کو جلوہ گاہ کیے جا رہا ہوں میں

پہلو نہیں بدلتا ہوں دردِ فراق سے
دل کو رہینِ آہ کیے جا رہا ہوں میں

ذرّے بھی بدحواس ہیں تارے بھی بدحواس
وہ آہِ بے پناہ کیے جا رہا ہوں میں

جلوے سمیٹ کر نگہِ اختیار سے
رنگِ جہاں تباہ کیے جا رہا ہوں میں

مجھ کو سکوں تو دے چکی وہ چشمِ نازنیں
کیوں پھر یہ آہ آہ کیے جا رہا ہوں میں

میں اپنے ذوقِ عشق کی وسعت کو دیکھ کر

فریاد گاہ گاہ کئے جا رہا ہوں میں

مضطرؔ سنا رہا ہوں انھیں داستانِ غم
یہ عشق میں گناہ کئے جا رہا ہوں میں

پسِ پردہ جو ترا ایک اشارا دیکھا
دونوں عالم کو وہیں محوِ تماشا دیکھا

مست و مخمور گھٹاؤں نے جہاں لی کروٹ
ہم نے ساقی کے ہر اک جام میں دریا دیکھا

دل کی ناکام تمنائیں سلامت میری
جب بھی دیکھا اسی پہلو پہ تماشا دیکھا

جس کو چاہا پسِ پردہ کیا پابندِ نیاز
سُرمگیں چشم کا یہ ڈھنگ نرالا دیکھا

یہ سمجھ میں نہیں آتا ہے مری اے مضطرؔ
غور سے یار نے کیوں میرا تڑپنا دیکھا

ترے خیال میں خود کو مٹا دیا میں نے
جسے بھلاتا تھا اس کو بھلا دیا میں نے
کسی کی مست نظر سے ملا کے آج نظر
جہان ہوش و خرد بھی لٹا دیا میں نے
یہ کہہ رہا ہوں میں اُنسے خودی و مستی میں
نہ آؤ یاد کہ تم کو بھلا دیا میں نے
کسی کے پا محبت پہ کر کے سجدۂ شوق
کسی کو جان محبت بنا دیا میں نے
کسی کے سامنے ٹپکا کے اشک اے مضطرؔ
کسی کو راز محبت بتا دیا میں نے

تماشائے اُلفت نہ دیکھا کسی نے
مری زندگی کو نہ لوٹا کسی نے

خدا کے لئے پونچھ لو اپنے آنسو
مجھے بھی تو بہکا دیا تھا کسی نے

محبت میں درس خودی دیکے ہم کو
ہمیں تو کہیں کا نہ رکھا کسی نے

ہنسے کیوں نہ الفت پہ سارا زمانہ
کہ اب تک کسی کو نہ سمجھا کسی نے

دو عالم کو آہوں سے اپنا کروں گا
اگر آج مجھ کو پکارا کسی نے

محبت کے رنگین جلوے دکھا کر
گرایا کسی نے سنبھالا کسی نے

جہانِ محبت منور کیا ہے
نظر سے گرا کر ستارا کسی نے

کسی سے گلہ مضطر زار کیا ہو
ہمیں آج تک بھی نہ سمجھا کسی نے

فریب خوردۂ الفت سلام کہتا ہے
تمہیں فدائے محبت سلام کہتا ہے
نکل کے چشم کی راہوں سے آ کے دامن پر
ہر ایک اشکِ محبت سلام کہتا ہے
وہ جسکی زندگی آنکھوں سے تم نے لوٹی تھی
وہی شکارِ محبت سلام کہتا ہے

تمہیں نہیں تو تمہارے جمالِ رنگیں کو
ہر اک ستارہ بہ حسرت سلام کہتا ہے

صبا خدا کے لئے ان سے اتنا کہہ دینا
جسے ہے غم کی ضرورت سلام کہتا ہے

وہ جس کو درس خودی تم نے ہی دیا تھا کبھی
بصد نیاز بہ منت سلام کہتا ہے

وہ جس سے ذرۂ عالم بھی منحرف ہیں آج
وہ جس کی مٹ گئی عظمت سلام کہتا ہے

وہی ہے مضطرِ ناشاد جس کو دنیا سے
تمام تر ہے شکایت سلام کہتا ہے

اگر وہ پھر بھی نہ پہچانیں تو یہ کہہ دینا
کہ جس سے تم کو ہے نفرت سلام کہتا ہے

چھایا ہوا دنیا پہ مری رنج و الم ہے

چھایا ہوا دنیا پہ مری رنج و الم ہے
چہرہ بھی فسردہ ہے مرا آنکھ بھی نم ہے

تسکین عطا ہو یا نہ ہو جانِ تمنّا
یہ جانِ حزیں تو تری ممنونِ کرم ہے

میں روتا ہوں رونے دو یہ میری طبیعت ہے
تم کو مرے رونے کا بھلا کس لئے غم ہے

وہ ہو نگہِ غیض، کہ ہو وہ نگہِ لُطف
اک راہ بقا کی ہے تو اک راہِ عدم ہے

سنگِ درِ جاناں پہ جبیں کیوں نہیں رکھتا
اے مضطرِ مدہوش یہی اصلِ حرم ہے

خدا جانے میں غم میں کیا پا رہا ہوں
کہ میں غم کے ہاتھوں لٹا جا رہا ہوں
دلِ مضطرب کو جو بہلا رہا ہوں
مُحبّت کی نعمت کو ٹھکرا رہا ہوں
زمانے میں جو شے ہے موجِ مجت
اسی رو میں میں بھی بہا جا رہا ہوں

نہ جانے تصور میں کون آ رہا ہے
پسینہ جبیں پر ہے تھرا رہا ہوں

مجھے کیا خبر میں ہوں مدہوشِ ہستی
کہاں آ گیا اور کدھر جا رہا ہوں

تمنائیں خود میری روتی ہیں مجھ کو
چراغِ سحر ہوں بجھا جا رہا ہوں

سکوں کی دعائیں نہیں مانگتا ہوں
میں خود قلبِ مضطر کو تڑپا رہا ہوں

کلیجے پہ اپنے وہ اب ہاتھ رکھ لیں
کہ آنکھوں میں اشکِ الم لا رہا ہوں

مے حسن رنگیں ہے ان کی نظر میں
میں ساغر بہ جامِ عز پیے جا رہا ہوں

فلک کے ستاروں کو گنتا نہیں ہوں
میں اپنی کہانی کو دہرا رہا ہوں

نے کی جدت پسندی سے توبہ
زمانے سے اب تو میں گھبرا رہا ہوں

جہاں دیکھئے ہے محبت کا ر
یہ مضطر زمانے میں کیا پا رہا ہوں

میرا غم تیرے لئے میری خوشی تیرے لئے
وقف ہے میرا سکونِ زندگی تیرے لئے

ہر زمانہ زندگی کا کر دیا تجھ پر نثار
رہ گئی ہے اب فقط اک زندگی تیرے لئے

آ کہ اب جانِ تمنا کون دے گا غم مجھے
بجو میں جا رہی ہے روح بھی تیرے لئے

میرے سجدے بھی تو ہیں تیرا کرم تیری عطا
عمر بھر کرتا رہا ہیں بندگی تیرے لئے

آہ پھر گریہ کناں ہے اپنے حالِ زار پر
ہائے وہ بیکس جو روتا تھا کبھی تیرے لئے

کچھ بدلتا جا رہا ہے انصرامِ زندگی
آج پھر پیدا ہے آنکھوں میں نمی تیرے لئے

ہاں وہی مضطرؔ کہ جو تھا بے نیازِ درد و غم
ہو گئی برباد اُس کی زندگی تیرے لئے

جبینِ شوق کے نیچے یہ سب ہفت آسماں ہوتے
اگر سجدے مرے محدودِ سنگِ آستاں ہوتے

کسی سے کیا کہیں مجبوریاں اے رہبرِ منزل
یہی حسرت رہی ہم کو شریکِ کارواں ہوتے

ہماری بے بسی کا راز ہی افشا نہیں تم پر
زمیں پر آسماں ہوتا جو ہم گریہ کناں ہوتے

کسی کی یاد نے بہلا لیا ورنہ دلِ مضطرؔ
مرے اشکوں کے دامن پر ہزاروں ہی نشاں ہوتے

ستمگر پاسِ عہدِ عاشقی ہوتا نہ گر مجھ کو
مرے نالے فدائے عشق میں کیوں رائیگاں ہوتے
ترے در پر جبیں کو ہوش ہی آیا نہیں ورنہ
فدائے آستاں ہو کر خلافِ آستاں ہوتے
نہ ہوتے تم اگر بہزاد کے شاگرد اے مضطر
تو فخرِ ہند کہلانے کے قابل تم کہاں ہوتے

تسکین پا رہا ہوں دلِ بیقرار سے — اب لطف آشنا ہوں ترے انتظار سے
ہر آہ بن گئی مری تصویرِ انقلاب — دلچسپیاں جو لی ہیں شبِ انتظار سے
پھر انقلاب میں ہے مری کائناتِ دل — پھر آج دیکھتا ہے کوئی مجھکو پیار سے
قسمت کا فیصلہ تو ابھی تک ہوا نہیں — سر کو اٹھاؤں کیوں میں ابھی پائے یار سے
کیا کائناتِ عشق بھی مستِ نمود ہے — کیا مستیاں برس گئیں ابرِ بہار سے
ہم نے فریبِ حسن کی دنیا مٹا کے آج — بدلا نظامِ عشق دلِ بے قرار سے
ظاہر ہے مری وحشتِ دل میری بیہوشی — داماں تار تار کے ہر ایک تار سے
کشتی بھی کھیلتی رہی موجوں کے ساتھ ساتھ — موجیں بھی کھیلتی ہیں دریا کی دھار سے
مضطر کی زندگی کو نہ دیکھا کرے کوئی
مضطر ذلیل و خوار ہے ہر اعتبار سے

دِل پایا غمِ دلبر کے لئے

دِل پایا غمِ دلبر کے لئے ‏ سَر پایا سنگِ در کے لئے
مضطر ہوں اَے ابرو والے ‏ خنجر کے لئے نشتر کے لئے
فریاد ابھی سے کیوں نہ کروں ‏ کیوں صبر کروں محشر کے لئے
ہر گام پہ کیوں گھبراتا ہے ‏ اللہ یہ دل رہبر کے لئے
بتلا کہ کہاں جا کر مانگوں ‏ تسکین دلِ مضطر کے لئے
ہم رندوں نے توبہ توڑی ‏ ساقی کی قسم ساغر کے لئے
ایمان لٹا بیٹھے ہم تو ‏ اَب دل ہے کسی کافر کے لئے
محفل کی محفل روتی ہے
مضطر کی قسم مضطر کے لئے

مستِ فغاں نہ چھیڑ ساز

زندگی کے رباب میں — کیف ہے غم ہے اور خوشی
عشق کے انقلاب میں — پائی گئی ہے بے بسی
مانا تجھے سکوں نہیں — پھر بھی وہی ہے غم نواز
مستِ فغاں نہ چھیڑ ساز

حسرتِ رائے گاں نہ دیکھ — کالی گھٹا پہ کر نظر
صورت راز داں نہ دیکھ — اپنی وفا پہ کر نظر
آج بھی اس طرح سے پھر — تر نہ ہو اس کی چشمِ ناز
مستِ فغاں نہ چھیڑ ساز

مست ہو کائناتِ دِل — یہ بھی تری خوشی سہی
رقص کرے حیاتِ دِل — یہ بھی تری خوشی سہی
تجھ پہ خدا کی مہر ہو — اور تری عمر ہو دراز
مستِ فغاں نہ چھیڑ ساز

آیا فلک سرِ زمیں — سر بسجود ہے جہاں
دیکھ لے مضطرِ حزیں — دل میں ہے کیفیت نہاں

ٹھہر خدا کے واسطے فاش نہ کر طلسمِ راز
مستِ فغاں نہ چھیڑ ساز

اگر مجھ سے تری تصویر پہچانی نہیں جاتی
مری بزمِ تمنّا کی یہ تابانی نہیں جاتی

نگاہِ ناز پہ ایماں ہی کیا دنیا لٹا بیٹھے
خدا شاہد ہے پھر بھی کفر سامانی نہیں جاتی

خدا جانے کہ دنیا میں قیامت آ گئی ہوتی
اگر آوازِ دل دنیا سے پہچانی نہیں جاتی

مرے آنسو کا ہر قطرہ فلک پر نجم بن جاتا
اگر آہِ رسا سے دل کی ویرانی نہیں جاتی

میں اپنے غم میں بھی اک کیف سا پاتا ہوں اے مضطرؔ
اگر غم کو سمجھتا غم پریشانی نہیں جاتی

بیدرد کو نہ اپنا بناؤں تو کیا کروں
ہر بات کو دلسے نہ بھلاؤں تو کیا کروں

مایوسیٔ دلکو نہ دکھاؤں تو کیا کروں
اشکوں کو نہ دامن پہ گراؤں تو کیا کروں

ناکامِ تمنّا ہوں پھر اُمید کرم ہے
اب دستِ طلب کو نہ بڑھاؤں تو کیا کروں

جب شمع بھی خاموش ہو اور بزم بھی خاموش
پروانے کی باتوں میں نہ آؤں تو کیا کروں
ہر آہ سے رودادِ محبت کی حقیقت
کونین کے نغموں پہ نہ چھاؤں تو کیا کروں
آخر کسی صورت سے تو تسکین ہے پانی
تاروں کو کہانی نہ سناؤں تو کیا کروں
مضطر میں بھلا غم کی کہانی کو سُنا کر
محفل کو بھی مضطر نہ بناؤں تو کیا کروں

طلسمِ دو جہاں ہو کر مٹا ہوں
میں خود اپنا نشاں ہو کر مٹا ہوں
اُبھارا اس طرح وارفتگی نے
زمیں سے لامکاں ہو کر مٹا ہوں
یہ میرا دامنِ رنگیں ہے شاہد
میں چشمِ خونفشاں ہو کر مٹا ہوں
بُھلایا اس طرح کچھ زندگی نے
کہ اپنا رازداں ہو کر مٹا ہوں
کسی کی مہربانی کے تصدق
کسی پر مہرباں ہو کر مٹا ہوں
مری پروازیٔ تخئیل دیکھو
غبارِ کارواں ہو کر مٹا ہوں
فراز و پست بھی دیکھے ہیں مضطر
زمیں پر آسماں ہو کر مٹا ہوں

ہستیٔ دل کو ہم اپنی نذرِ پیکاں کر چکے
یعنی خود ہی اپنی بربادی کا ساماں کر چکے

چاک داماں کر چکے ٹکڑے گریباں کر چکے
دل کو ویراں کر چکے ہستی کو قرباں کر چکے

سوز و غم اور آہ و نالہ سب کو مہماں کر کے ہم
رات بھر روشن چراغ داغ ہجراں کر چکے

اَب قرار جان دے یا اور کر دے بیقرار
ہم تری ہستی پہ اَب ہستی کو قرباں کر چکے

اَب ہمارے دل میں کچھ حسرت نہیں اے ہمنشیں
سیرِ ہستی کر چکے سیرِ گلستاں کر چکے

میرے قلب مبتلا کو کچھ سکوں حاصل نہیں
کون یہ کہتا ہے وہ زلفیں پریشاں کر چکے

فصلِ گل آئے نہ آئے اب جنوں ہو یا نہ ہو
مضطرؔ ناشاد ہم چاک گریباں کر چکے

یا شمع سرِ محفل بن جا — یا درد بھرا اک دل بن جا
جب لطف ہے منزل پانے کا — منزل پہ پہونچ منزل بن جا
ہر سمت نظر وہ آئیں مجھے — اے جذب دل کامل بن جا
یہ جان حزیں تجھ پر قرباں — تو میرے لئے قاتل بن جا

میں یاد میں تیری روتا ہوں آ زیست کا تو حاصل بن جا
میں بحرِ الم میں ڈوبا ہوں اے موجِ اجل ساحل بن جا
دربارِ محبت میں مضطر
کچھ مانگ لے اور سائل بن جا

نظر کے واسطے حسن و شباب چاہیئے ہے
مجھے پیاس لگی ہے شراب چاہیئے ہے
ہوس مآب جہاں کی ہر اک شے پائی
دلِ حزیں کو بھی کیفِ شراب چاہیئے ہے
ستارے ٹوٹ کے کیوں گر رہے ہیں دنیا میں
زمیں کے چاند کو شاید نقاب چاہیئے ہے
نگاہِ ناز ترے انتخاب پر قرباں
مجھ ہی کو دیکھ مجھے اضطراب چاہیئے ہے
صدا نہ جس کی ہو اور ہو جہان بھی مضطر
سکونِ قلب کو ایسا رباب چاہیئے ہے
بتا رہی ہے یہ تاریکیٔ جہاں مجھ کو
زمیں کے ذروں کو اک ماہتاب چاہیئے ہے

اِسی لئے تو ہوں مضطر ازل سے میں مضطرؔ
سکونِ دل کی قسم اضطراب چاہیئے ہے

صبح ہے میری نہ وقتِ شام ہے میرے لئے
ہائے میری زندگی ناکام ہے میرے لئے

میں کہاں اور زندگی کے پُرسکوں لمحے کہاں
زندگی اب مُفت میں بدنام ہے میرے لئے

یہ سمجھتا ہوں میں تیرے ظلم کو بیداد گر
ظلم تیرا زیست کا پیغام ہے میرے لئے

ہر طرف غم ہے نُمایاں ہر طرف خاموشیاں
ہاں فضائے دہر بھی خود کام ہے میرے لئے

کیا کروں گا پی کے میں اب ساغرِ مئے ساقیا
اُن کی نظرِ مہر بھی اک جام ہے میرے لئے

ہو نہ جاؤں کس طرح میں اپنی قسمت پر نثار
پھر رہِ عشق و محبت عام ہے میرے لئے

اب نہ عشرت کی تمنا ہے نہ مضطرؔ عیش کی
صرف بربادی ہی اک آرام ہے میرے لئے

چلا ہوں ذوق و تمنائے انقلاب میں آج
خدا کرے کہ نہ بند عکس ہو نقاب میں آج

رُخ حسین پہ بکھرے ہیں نور کے گیسو
اندھیرا سو گیا دامانِ ماہتاب میں آج

نگہ کے سامنے فردوس آگئی میرے
کہ ان کو دیکھ رہا ہوں جہانِ خواب میں آج

مری نگاہِ تجسس نے ہر طرح دیکھا
کوئی جواب نہ پایا ترے جواب میں آج

ہو جس کے کیف میں مدہوشی تمام نہاں
وہ کونسا ہے ترنم ترے جواب میں آج

نگار و نقش فلک دیکھتے ہیں وہ شاید
تجلیات نمایاں ہیں ماہتاب میں آج

کسی کی چشمِ حسیں کی کرشمہ سازی ہے
عجیب کیف سا پایا ہے اضطراب میں آج

سخنورانِ ادب میں دعا ہے اے مضطر
ترا بھی نام لکھا جائے ہر کتاب میں آج

مضطرب ہو کے تجھے آج پریشاں کر دوں
میں نے سوچا ہے کہ ہر کام کو آساں کر دوں
تیرے ہر فیض کو پیوست بداماں کر دوں
اپنے مٹ جانے کا خود آپ ہی ساماں کر دوں
جی میں آتا ہے کہ ہر موج کو طوفاں کر دوں

حسن مدہوش تری جنبش مژگاں کی قسم
مہر کیا چیز ہے ان عارض تاباں کی قسم
ایک دل ہی کو نہیں حالِ پریشاں کی قسم
تیرے جلووں کی بہاروں پہ گلستاں کی قسم
زیست تو زیست میں فردوس بھی قرباں کر دوں

لوٹے لیتی ہے مری زندگی وہ چشم سیاہ
پھر ہوا جاتا ہوں اس بُت کی محبت میں تباہ
دونوں عالم کو کروں حال سے اپنے آگاہ
آج مضطر یہ ارادہ ہے کہ بھر کر اک آہ
ہستی و مرگ کے ہر راز کو عریاں کر دوں

چشم فسوں جو مائل بیداد ہو گئی
برباد زندگی مری آباد ہو گئی
اللہ یہ میکشی تو مجھے یاد ہی نہ تھی
کالی گھٹا کے آتے ہی کیوں یاد ہو گئی
کیا کائناتِ دل کا بھلا غم کرینگے ہم
برباد ہونے والی تھی برباد ہو گئی
یہ ہچکیاں جگر کو مرے توڑتی ہیں آج
شاید کہ پھر کسی کو مری یاد ہو گئی
اللہ ری شانِ مرگ محبت کی زندگی
برباد ہوتے ہوتے بھی آباد ہو گئی
بیدار ہو گیا مرا سویا ہوا نصیب
پھر آج ان کو میری وفا یاد ہو گئی
مضطر کسی کے واسطے مضطر رہا کرو
ورنہ سمجھ لو زندگی برباد ہو گئی

"اُن سے"

آ چمن آرائے ہستی جانِ گلشن گلعذار
آ کہ تجھ پر ہے بہارِ زندگی کا انحصار

آ خدا کے واسطے پھر پھیکی پھیکی ہو چلی
یہ گلِ رعنا کی رنگت اور گلشن کی بہار

آ کہ پھر وادی سے اُٹھے جھوم کر دیوانہ وار
کیف زا اور مست ہو کر آئے پھر بادِ بہار

آ کہ سازِ زندگی کو چھیڑ دے مضرابِ عشق
کیف زا ہو جائے تا کہ اور بھی دل کا خمار

آ کہ تجھ کو دل کی ہر رگ سے میں وابستہ کروں
آ کہ ہر سُو ڈھونڈتی ہے تجھ کو چشم انتظار

آ کہ تیرے حُسنِ رنگیں کی بدولت آج پھر
جھوم کر آئے ذرا سوئے چمن ابرِ بہار

آ کہ تیرے حُسن سے پیدا ہو رنگ صبح و شام
پھر بکھرنے والے ہیں گیسوئے شامِ مشکبار

آ کہ پھر بزمِ تمنا ہو مری ہنگامہ کُن
اپنے احسانوں سے کر دے قلب کو تو زیر بار
آ کہ تجھ بن زینتِ دیر و حرم مفقود ہے
عشق کی تشکیلِ فطرت کا ہے تو ہی رازدار۔
آ کہ اب دامانِ گُل پر مضطرب سی ہے نسیم
کچھ فسردہ دھیمے دھیمے چل رہے ہیں آبشار
آ جمالِ حُسن کی کافر اداؤں سے پلٹ
صرف میرے دین اور دنیا کا پردا ایکبار
آ کہ مضطر ہوں سکونِ زندگی بھی لُوٹ لے
لُوٹ لے ظالم مری زندہ دلی بھی لُوٹ لے

لے کے دل کو کیا کروں لیکر خوشی کو کیا کروں
ہائے جب تم ہی نہیں تو زندگی کو کیا کروں
یوں تو میں بھرنے کو بھرلوں ساغرِ توبہ شکن
بیخودی کو کیا کروں خود رفتگی کو کیا کروں
ظاہراً حاصل خوشی ہے باطناً کچھ بھی نہیں
اے خوشی کے دینے والے اس خوشی کو کیا کروں

چشمِ تر کے پاس تو دو اشک بھی باقی نہیں
زندگی بتلا کہ ایسی بے بسی کو کیا کروں

دیر کی خودداریاں بھی لاکھ حاصل ہوں مگر
جو مٹا دے زندگی میں اس خودی کو کیا کروں

جب حریمِ ناز سے نکلا نہ وہ جانِ نگاہ
یہ فضائیں مست مست اور چاندنی کو کیا کروں

مثلِ اوراقِ پریشاں کیوں نہ ہوں میں منتشر
میں کتابِ زیست کی بے ربطگی کو کیا کروں

طور ہو یا پردۂ نورِ جمالِ نازنیں
عام ہو جو روشنی اس روشنی کو کیا کروں

زندگی بے کیف ہے دل میں سکوں کا درد ہے
ہائے اے مضطرؔ میں ایسی زندگی کو کیا کروں

مری نگاہ کو تسکیں دلائے جاتے ہیں
غضب ہے، وہ مجھے جلوے دکھائے جاتے ہیں

حواس و ہوش پہ بجلی گرائے جاتے ہیں
کھڑے ہیں طور پہ اور مسکرائے جاتے ہیں

دلِ حزیں تری تکمیلِ داستاں کے لئے
وہ خود نگاہ کے مرکز پہ آئے جاتے ہیں

اگر میں آہ کی تمہید کو بیاں کر دوں
ستونِ عرش ابھی ڈگمگائے جاتے ہیں

خدا کیواسطے آہوں کو روک لے مضطرؔ
کہ انکی آنکھ میں اب اشک آئے جاتے ہیں

لبِ نازک سے بھی نالے جو نکل جائیں گے
اپنی تصویر کے ہر رُخ کو بدل جائیں گے

دورِ عالم کہ مری زیست سے وابستہ نہیں
آپ پھر جائیں گے تقدیر بدل جائیں گے

عام ہو جائیں گے جلوؤں کے نظارے جو ترے
گرنے والے بھی کسی طرح سنبھل جائیں گے

کر کے برباد مجھے یا کہ تماشہ کر کے
کسطرح سے تری چتوں کے یہ بل جائیں گے

سنگِ جاناں پہ ادا کر کے محبت کی نماز
کعبہ کو مضطرِ ناشاد بھی کل جائیں گے

"کربلا سے خطاب"

اے خاک کربلا ترے صدقے ترے نثار
تجھ میں نہاں ہے دینِ محمدؐ کا تاجدار

وہ جس کے صبر و شکر پہ دنیا کو ناز ہے
جو صاحبِ نظر ہے شہہِ دیں نواز ہے

وہ جس نے سہہ کے ظلم و ستم منہ سے اُف نہ کی
وہ جس نے راہِ حق میں لٹا دی ہے زندگی

وہ جس کے ذکرِ پاک سے ملتا ہے دل کو چین
وہ جس کا اسم پاک زمانے میں ہے حسینؑ

اے خاکِ کربلا تجھے اس کی خبر نہیں
تیری طرف جھکی ہے مہ و ماہ کی جبیں

اشک کسی کی یاد میں مضطرؔ غم بہا گے دیکھ
روئیگا تیرے ساتھ ساتھ اسکو بھی تو رُلا کے دیکھ

عشق خراب حال کی جرأتیں آزما کے دیکھ
خوبیٔ حسن تو دکھا مجھ سے نظر ملا کے دیکھ

قلب و جگر شکار ہیں روح کو بھی شکار کر
آج نگاہِ ناز پھر تیر و کماں چلا کے دیکھ

طاقت دید ہی نہیں میری نگاہِ شوق کو
اب نہ خدا کے واسطے پردۂ رخ اٹھا کے دیکھ

عشق کی بیقراریاں حسن کی بے وفائیاں
دیکھنا ہیں اگر تجھے دل کو کہیں لگا کے دیکھ

مخمّس

ہر ایک طرح سے ناکام ہو کے دیکھ لیا — کسی سے کیا کہوں کیا کیا بنا کے دیکھ لیا
حواس و ہوش کو میرے مٹا کے دیکھ لیا — جنونِ عشق میں در در پھرا کے دیکھ لیا
غرض فلک نے مجھے آزما کے دیکھ لیا

نہ آیا زیست میں اک لمحہ شادمانی کا دیا کسی نے بھی کب ساتھ زندگانی کا
ہر اشک راز تھا اس غمزدہ جوانی کا نتیجہ نکلا نہ کچھ بھی مری کہانی کا
انھیں بھی قصۂ اُلفت سنا کے دیکھ لیا

جہانِ عشق میں اس طرح زندگی کاٹی نہ چشمِ تر کی کبھی اور نہ آہ پیہم کی
غرضکہ کوئی خوشی بھی نہ تم نے کی پوری دلِ حزیں کی تمنّا نہ کوئی بھی نکلی
دلِ حزیں کو تمہارا بنا کے دیکھ لیا

کسی کی راہ تکی اور غم سہے دل پر کسی سے کچھ نہ کہا اور نظر رہی سوئے در
غرضکہ مضطر و محزوں رہا یہ دل شب بھر کسی کے آنے کے وعدہ پہ ہم نے اے مضطر
نگاہِ شوق کو پتھر بنا کے دیکھ لیا

نمازِ محبّت ادا کر رہا ہوں تمہارے لئے میں دُعا کر رہا ہوں
تری یاد ہے حاصلِ زندگانی تجھے یاد اے بیوفا کر رہا ہوں
جہانِ محبّت مٹا جا رہا ہوں کسی کو سپردِ خدا کر رہا ہوں
نہ جلتا یہ دل تو فغاں بھی نہ ہوتی جو کچھ کر رہا ہوں بجا کر رہا ہوں
مری ہمتوں پر زمانہ ہے حیراں تمہیں سے تمہارا گلہ کر رہا ہوں
یہ آنکھوں میں آنسو نہیں میرے مضطر
حقیقت میں شکرِ خدا کر رہا ہوں

غزلیات

جناب نظامی صاحب دور عظیم آبادی

پھر آہِ بے پناہ کئے جا رہا ہوں میں
ان کا سکوں تباہ کئے جا رہا ہوں میں

جیسے کہ لٹ گیا ہو کوئی راہ شوق میں
ہر سمت یوں نگاہ کئے جا رہا ہوں میں

یہ جانتا ہوں میں کہ محبت گناہ ہے
پھر بھی وہی گناہ کئے جا رہا ہوں میں

تیرے بغیر قلب کو حاصل نہیں سکوں
تیرے بغیر آہ کئے جا رہا ہوں میں

راتوں کو چھیڑ چھیڑ کے نغماتِ زندگی
تاروں کو بھی گواہ کئے جا رہا ہوں میں

تجھ سے جدا ہوا تو زمانہ کہے گا کیا
یہ سوچ کر نباہ کئے جا رہا ہوں میں

تارے بھی سو چکے مری تقدیر کی طرح
بیکار آہ۔آہ کئے جا رہا ہوں میں

جس نے تباہ کی مری لے دورِ زندگی
اس ذات سے نباہ کئے جا رہا ہوں میں

خوشی محسوس کرتا ہوں نہ غم محسوس کرتا ہوں
میں جس عالم میں ہوں تیرا کرم محسوس کرتا ہوں

اسی باعث مجھے اب لُطف جینے کا نہیں ملتا
خلش جو دل میں رہتی تھی وہ کم محسوس کرتا ہوں

سمجھتا ہوں کہ تکمیلِ محبت ہو گئی شاید
میں جب ان نرگسی آنکھوں کو نم محسوس کرتا ہوں

نکل آتے ہیں ہنستے میں بھی آنسو دیدۂ تر سے
خوشی میں بھی میں اب عنوانِ غم محسوس کرتا ہوں

مجھے احساس ہی باقی نہیں اب ظلم کا ان کے
ستم کو بھی بہ اندازِ کرم محسوس کرتا ہوں

بھری برسات میں اے دور کوئی یاد آتا ہے
جگر میں درد ہے آنکھوں کو نم محسوس کرتا ہوں

دنیا لٹا رہا ہوں خوشی سے قرار کی
اللہ رے دل کشی نگہہِ شرمسار کی

کیا جانے کس نگاہ سے دیکھا دمِ وداع
دُنیا بدل گئی مرے صبر و قرار کی

میں کس کے آسرے پہ سکوں کی دعا کروں
تم اختیار کے نہ اجل اختیار کی

میں بے نیاز شادی و غم ہو کے رہ گیا
مجھ کو طلب نہیں ہے سکون و قرار کی

وہ بھی بدل گئے مری تقدیر کی طرح
تاثیر ہے یہ گردشِ لیل و نہار کی

اللہ تو ہی بخش دے اب تو سکوں مجھے
تدبیر کیا کروں میں دلِ بے قرار کی

بے کیف ہجرِ دوست میں ہے لذتِ بہار
میرے لئے خزاں ہے یہ صورت بہار کی

اب بھی ہیں دل میں وہی ولولے مگر
مجبور ہو کے وضع سکوں اختیار کی

تمہارے سامنے آنسو بہا چکا ہوں میں
نظر نظر میں سب ہی کچھ سنا چکا ہوں میں

ہے راہِ عشق بڑی راہِ پر خطر زاہد!
قدم قدم پہ یہاں ڈگمگا چکا ہوں میں

ہے جس کا نام پپیہے کی دل خراش صدا
یہ نغمہ بربطِ دل پر سُنا چکا ہوں میں

اُسی نگاہ سے پھر دیکھ لے مجھے مڑ کر
کہ جس نگاہ پہ سب کچھ لُٹا چکا ہوں میں

ترے خیال نے بخشا ہے اضطراب مجھے
ترے خیال سے تسکیں بھی پا چکا ہوں میں

خدا کے واسطے رونے دے اے خیال سکوں
بہت ہنسا ہوں بہت مُسکرا چکا ہوں میں

نہ پوچھ مجھ سے محبّت کی رفعتیں واعظ
ترے خدا کو بھی اپنا بنا چکا ہوں میں

مجھے یقین ہے ہاں ہاں نبھاؤ گے الفت
قسم نہ کھاؤ تمہیں آزما چکا ہوں میں

مجھے نہ یاد دلاؤ مرا فسانۂ عشق
تمہارے واسطے سب کچھ بھُلا چکا ہوں میں

سکون کی مجھے اے دوّر اب نہیں حاجت
نہ جانے کونسی منزل پہ آ چکا ہوں میں

غم دو جہاں ہے نہ ہے فکرِ ہستی
سلامت رہے یہ مری مے پرستی

فریبِ دو عالم سے نظریں بچا کر
کروں ایک سجدہ بہ اندازِ مستی

ہوا کون توبہ شکن میکدے میں
دو عالم پہ چھائی ہوئی ہے جو مستی

ہر اک سمت ساقی ہر اک سمت بادہ
نظر میں سمائی ہوئی ہے وہ مستی

تمہارے لئے ہیں دو عالم کی خوشیاں
جہاں میں ہے وقفِ الم میری ہستی

یہ صدقہ ہے اے دورؔ بس مے کشی کا
ہر اک شعر میں ہے جو اندازِ مستی

خوشی میں بھی خوشی حاصل کہاں ہے
وہ ہیں پھر بھی سکونِ دل کہاں ہے

لٹا دوں آ میں تجھ پر دونوں عالم
ارے کونین کے حاصل کہاں ہے

یہی موجیں ہیں شاید میرا ساحل
خبر مجھ کو نہیں ساحل کہاں ہے

تھکا جاتا ہوں میں منزل سے پہلے
مدد کر جذبۂ کامل کہاں ہے

نہیں مٹتا مرا ذوقِ تجسس
بتا منزل مری منزل کہاں ہے

مرا ظلمت کدہ پُر نور کر دے
کہاں ہے اے مہِ کامل کہاں ہے

تمہارے دورؔ کو دنیائے غم میں
کسی پہلو سکوں حاصل کہاں ہے

محبت جس قدر جزوِ رگِ جاں ہوتی جاتی ہے
طبیعت مستقل اک غم کا عنواں ہوتی جاتی ہے

میں جتنا ڈھونڈھتا جاتا ہوں تسکینِ دلِ مضطر
طبیعت اور بھی زائد پریشاں ہوتی جاتی ہے

مجھے اپنی تباہی کا گلہ زیبا نہیں تم سے
مری تقدیر ہی جب دشمن جاں ہوتی جاتی ہے

ارے ناوک فگن تو چھوڑ دے اب دیکھنا مجھ کو
تری ہر ہر نظر جزوِ رگِ جاں ہوتی جاتی ہے

ابھی ان کے لئے ہے دل فریبی بزمِ عالم میں
مگر میرے لئے دنیا ہی ویراں ہوتی جاتی ہے

نگاہوں کو کہوں کیا دور یہ عالم ہے اُلفت میں
خدا شاہد ہے میری روح گریاں ہوتی جاتی ہے

دشمن ہیں آسمان و زمیں ہائے کیا کروں
ملتا نہیں ہے چین کہیں ہائے کیا کروں

جس در سے سر اُٹھایا تھا ہو کر ذلیل و خوار
اس در پہ پھر جھکی ہے جبیں ہائے کیا کروں

یہ کس طرح کہوں کہ نہ آؤں گا تیرے پاس
بس میں نہیں ہے قلبِ حزیں ہائے کیا کروں

تم کیا جدا ہوئے کہ زمانہ بدل گیا
جچتا نہیں ہے کوئی حسیں ہائے کیا کروں

میں ترکِ آرزو کی قسم کھا تو لوں مگر
یہ قلب مانتا ہی نہیں ہائے کیا کروں

نقشِ قدم کو دیکھ کے سجدے تڑپ اُٹھے
پھر دوُر جھک رہی ہے جبیں ہائے کیا کروں

میری نظروں میں ہے ویراں کل جہاں تیرے بغیر
ہو گئے تاریک یہ کون و مکاں تیرے بغیر

دل کی دُنیا لوُٹنے والے بتاتا جا ذرا
کس طرح کاٹوں گا اَب عمرِ رواں تیرے بغیر

پھر مجھے گذری ہوئی برسات یاد آجائے گی
کس طرح دیکھوں بہارِ گلستاں تیرے بغیر

نیند آتی ہے نہ دل کو چین ملتا ہے کہیں
اِک تڑپ سی ہے مجھے تسکینِ جاں تیرے بغیر

اَب کہاں ہیں دَور میں پہلی سی وہ رنگینیاں
ہوگیا ویران اس کا کُل جہاں تیرے بغیر

نازو نیازِ حُسن کی دنیا کہیں جسے
جلوہ دکھا وہ آج تماشہ کہیں جسے
تجھ کو تری قسم نگہہ عاشقی نواز
وہ درد دے کہ درد کی دنیا کہیں جسے
ملتا ہے اضطراب میں اَب لُطف زندگی
پہلو میں وہ کھٹک وہ تڑپنا کہیں جسے
اے چشم نوحہ گر یونہی آنسو بہائے جا
اشکوں کا وہ ہجوم کہ دریا کہیں جسے
مل جائے کاش ایک محبّت بھری نظر
ہم اپنی زندگی کا سہارا کہیں جسے
اے دَورِ بے وفا ہے زمانہ کی ہر روش
ہے کون اس جہاں میں کہ اپنا کہیں جسے

دردِ دل میں نم نگاہِ ناز ہے
حُسن میں بھی عشق کا انداز ہے
میری فریاد ایک نغمہ بن گئی
سوز میں بھی کس بلا کا ساز ہے
کھول دیں آنکھیں مریضِ ہجر نے
آپ کی آمد کا یہ اعجاز ہے
غور سے سنئے بیانِ دردِ دل
اک شکستہ ساز کی آواز ہے
دَور پھر اُن پر طبیعت آگئی
میری بربادی کا یہ آغاز ہے

خدا جانتا ہے کہ یاد آرہے ہو؟

نظر میں مری پھر سمانے لگے ہو
تخیّل کی دنیا پہ چھانے لگے ہو
تصوّر میں پھر "آہ" آنے لگے ہو
الگ رہ کے بھی مجھ کو تڑپا رہے ہو
خدا جانتا ہے کہ یاد آرہے ہو؟

ابھی تک نہ اُترا خمارِ محبت
ابھی تک اسی حال میں ہے طبیعت
ابھی تک نہ دل سے گئی اپنی وحشت
مجھے کچھ بھی بدلا ہوا پا رہے ہو
خدا جانتا ہے کہ یاد آرہے ہو؟

نہ دل میں مسرت نہ لب پر ہنسی ہے
نہ مجھ کو میسّر وہ اگلی خوشی ہے
عجب بے کلی ہے عجب زندگی ہے
ہزاروں طرح دل کو تڑپا رہے ہو
خدا جانتا ہے کہ یاد آرہے ہو؟

تمہیں نے دیا ہے دلِ پُر محبت
تمہیں نے تو دی دورِ کو اپنی الفت
تمہیں دیکھو اب آ کے اسکی حالت
تمہیں آج بھی اس کو تڑپا رہے ہو
خدا جانتا ہے کہ یاد آرہے ہو؟

بربطِ اشک چھیڑ کے میں نے انھیں رُلا دیا
عشق نے آج حسن کو اپنا ہی سا بنا دیا

آنکھوں میں اشک خشک لب پہلو میں دل ہے مضطرب
اے مرے بختِ نارسا کیا یہ مجھے بنا دیا

بجلی چمک کے اور بھی دل کی لگی بھڑک اٹھی
جلوہ گری کی رسم نے ذوقِ نظر بڑھا دیا

آیا ہوں دورِ انبساط لے کے پیام زندگی
ہل گئی دل کی ہر کلی کون یہ مُسکرا دیا

بزمِ طرب میں دور کی چشم سے اشک ہے رواں
یاد نے کس کی عیش میں آکے مجھے رُلا دیا

کیا سمجھ کر ڈھونڈنے نکلا ہوں دلکا راز داں
راس مجھکو تو کبھی بھی دوستی آئی نہیں

عمر بھر سجدے کئے پھر بھی نہ بر آئی مراد
کام کچھ میرے یہ میری زندگی آئی نہیں

سب مری زندہ دلی ناکامیوں نے لوٹ لی
مدتیں گذریں مرے لب پر ہنسی آئی نہیں

موت سے کہدو ابھی فرصت نہیں ہے دور کو
آج وہ کیوں آرہی ہے جو کبھی آئی نہیں

کیا جانے کیا کشش ہے نگاہ جمال میں
ہر ذرہ کھو گیا ہے کسی کے خیال میں

اب کیا طلب کروں مجھے سب کچھ تو مل گیا
دست کریم آگیا دست سوال میں

اے جذب بیخودی مجھے اتنا بتا تو دے
بیٹھا ہوں بے خبر سا میں کس کے خیال میں

دست سوال کیوں بڑھے غیروں کے سامنے
ملتا ہے مجھ کو لطف تجھی سے سوال میں

کیا کامیاب ہو گئی فریاد نارسا
آنسو چھلک رہے ہیں نگاہ جمال میں

مجھ کو نہ چھیڑ اے خلش درد زندگی
شاداں ہوں خندہ زن ہوں میں اپنے خیال میں

مجھ کو خبر نہیں کہ کس عالم میں دور ہوں
اتنا تو ہے کہ مست ہوں ان کے خیال میں

لاکھ دعائیں کیں مگر نالہ رسا نہ ہو سکا
جو تھا مرے نصیب میں اس سے سوا نہ ہو سکا

پھر تو زباں سے شکوۂ بخت ادا نہ ہو سکا
سامنے جب وہ آگیا کوئی گلہ نہ ہو سکا

بخت سے تھیں شکائتیں بخت کی تھیں حکائتیں
جس سے تھا واقعی گلہ اس سے گلہ نہ ہو سکا

ارض و سماں بھی چیخ اٹھے دیکھ کے مجھکو مضطرب
میری وفاؤں کا مگر تم سے صلہ نہ ہو سکا

بخت مرا پلٹ گیا بخت مرا بگڑ گیا
سب نے نگاہیں پھیر لیں کوئی مرا نہ ہو سکا

در پہ کسی کے عمر بھر ناصیہ سا رہا مگر
دور سے پھر بھی دیکھئے سجدہ ادا نہ ہو سکا

محبت ہی سکون زندگی معلوم ہوتی ہے
یہی ظالم دو عالم کی خوشی معلوم ہوتی ہے

ارے دردِ محبت تو حیات جاودانی ہے
ترے در سے مجھے اب زندگی معلوم ہوتی ہے

تصور نے ترے جب سے کیا ہے گھر مرے دل میں
مری نظروں میں یہ دُنیا نئی معلوم ہوتی ہے

مری ناکامیوں نے کر دیا عالم سے بیگانہ
مجھے اب زندگی بے لطف سی معلوم ہوتی ہے

نہیں تجھ سے گلہ جانِ تمنا دور کو تیرے
اسے تو اپنی قسمت ہی بُری معلوم ہوتی ہے

ہماری آنکھوں سے آنکھیں ملا کے لُوٹ لیا
کسی نے چہرے سے پردہ ہٹا کے لُوٹ لیا

کسی کو طور پہ بے ہوش کر دیا تو نے
کسی کو رازِ حقیقت بتا کے لوٹ لیا

قسم ہے جاگ اُٹھا بختِ نارسا اس کا
جسے حضور نے اپنا بنا کے لوٹ لیا

ترے نثار ارے واہ حُسن کیا کہنا
متاعِ عقل و خرد مسکرا کے لُوٹ لیا

نگاہِ ناز کی جولانیاں ارے توبہ
دلِ غریب پہ بجلی گرا کے لُوٹ لیا

جبھی تو چین نہیں ہے دلِ شکستہ کو
کسی نے دور کو اپنا بنا کے لوٹ لیا

معراجِ عاشقی ہے خوشیاں منا رہا ہوں
اب خود کسی سے اپنا دامن بچا رہا ہوں

اللہ ری محبت ہر ہر قدم پہ سجدے
دنیا لٹا چکا تھا اب بھی لٹا رہا ہوں

اے انقلابِ عالم تیرے کرم کے صدقے
رہ رہ کے اب کسی کو میں یاد آ رہا ہوں

جس راہ پر لٹے تھے ہوش و حواس اپنے
اس راہِ پُر خطر سے پھر آج جا رہا ہوں

دل کو کسی پہ صدقے پہلے ہی کر چکا تھا
اک جان رہ گئی تھی وہ بھی لٹا رہا ہوں

مست انکھڑیوں میں آنسو وہ لب پہ آہ پیہم
اُف روح تک کو اپنی بے چین پا رہا ہوں

اب دور ہو گئی ہے مانوس غم طبیعت
میں بیقراریوں اب تسکین پا رہا ہوں

زمیں ہمدرد ہے اپنی نہ مونس آسماں اپنا

زمیں ہمدرد ہے اپنی نہ مونس آسماں اپنا
ہمیں دشمن نظر آتا ہے یہ سارا جہاں اپنا

بہائیں کیوں نہ ہم آنسو قرار آئے ہمیں کیونکر
نظر کے سامنے لوٹا گیا ہے کارواں اپنا

انہیں آنکھوں نے دیکھی تھیں کبھی ہنستے بہاریں بھی
انہیں آنکھوں سے دیکھا ہے اُجڑتے آشیاں اپنا

مری قسمت میں شاید دوراب کوئی نہیں اپنا
اسی کو بے وفا پایا بنا جو رازداں اپنا

بروگن

من مندر کی جان بروگن

میں تیرے قربان بروگن

اُوراج کا مالا گردن میں کیا خوشبو تیرے چندن میں
یہ روپ کہاں ہے کندن میں ہے چرچا تیرا بن بن میں

تیری عجب ہے شان بروگن

من مندر کی جان بروگن

جوگیا وستر اُفت یہ جوانی کس کے لئے ہے تو دیوانی
چھوڑ کے گھر کیوں بن کی ٹھانی بھید تو کہہ کچھ حسن کی رانی

تیری ہوئی کیا شان بروگن

من مندر کی جان بروگن

راتوں کو اُٹھ کر بین بجانا تاروں کو بپتا اپنی سُنانا

روروکر ترا جگ کو رولانا دھرتی اور آکاش ہلانا

پریم کی ہے پہچان بروگن
من مندر کی جان بروگن

بال کھلے ہیں گال ہیں میلے جو گیا کپڑے میلے کچیلے
پریم کے چرچے دل پر پھیلے کھیل یہ کیسے پریت کے کھیلے

تجھ پہ فدا ہے مان بروگن
من مندر کی جان بروگن

نعتیں گیت بھجن

سیدؒ علی ضامن صاحب ضامن بھرتوری

نعت شریف

دل میں ہے بس یہی ارمان مدینہ والے
صدقہ تم پر ہو مری جاں مدینہ والے

مرحبا صل علیٰ دین یہ اللہ کی ہے
تم پہ نازل ہوا قرآن مدینے والے

جس نے بھی یاد کیا وقت مصیبت تمکو
اس کی مشکل ہوئی آسان مدینہ والے

اب تو للہ مری بگڑی بنا دیجے حضورؐ
ہوں میں مدت سے پریشان مدینہ والے

مرحبا آپ کو سب جن و بشر کہتے ہیں
رہبر دیں شہ ذیشان مدینے والے

آخری سجدہ ہو سرکار کے قدموں پہ ادا
دل میں رکھتا ہوں یہ ارمان مدینہ والے

اپنے ضامن کو بلا لیجے طیبہ میں حضورؐ
ہند میں ہے یہ پریشان مدینے والے

جمال خدا ہے جمال محمدؐ
الٰہی ہے ہوں مست خیال محمد

صدائیں ہیں ہر وقت عرش بریں سے
نہیں دو جہاں میں مثال محمد

کیا تھا قمر کو اشارے میں ٹکڑے
یہ ادنیٰ سا تھا اک کمال محمد

کسی دن تو رحمت کے صدقہ میں مجھکو
دکھا دے الٰہی جمال محمد

نہیں ہے مجھے خوف محشر کا کوئی
ہے ہاتھوں میں داماں آل محمد

خدا کی قسم زندگی ہے اسی کی
کہ دل میں ہے جس کے خیال محمد

نہ کیوں ہوں میں آلِ محمدؐ پہ قرباں
کہ ضامن ہوں میں ابنِ آلِ محمدؐ

غزل

وہ آئے رُخ پہ زلف پریشاں کیے ہوئے
میرے جہانِ عشق کو حیراں کیے ہوئے

مدت ہوئی ہے روح کو شاداں کیے ہوئے
دل میں کسی کی یاد کو مہماں کیے ہوئے

اللہ میرے شوقِ شہادت کی خیر ہو
وہ آرہے ہیں تیغ کو عریاں کیے ہوئے

اس درجہ دل کو خوف ہے شامِ فراق کا
بیٹھا ہوں صبح سے ہی چراغاں کیے ہوئے

ضامن چلا ہوں کوچۂ دلدار کی طرف
شیرازۂ امید پریشاں کیے ہوئے

نیا رنگ سب کو دکھاؤ تو جانے
کہ ہم روئیں تم مسکراؤ تو جانیں
کبھی خانۂ دل میں آؤ تو جانیں
کبھی دل کی بستی بساؤ تو جانیں

نگاہوں میں آئے ہوئے ہو جہاں کی
نظر میں ہماری سماؤ تو جانیں

تمہارا جو شیوا ابتاده کر چکے تم
ہمیں بیوفا گر بناؤ تو جانیں

تمہارے ہی جلوے تمہاری ہی محفل
ذرا ہٹ کے جلوہ دکھاؤ تو جانیں

خموشی ہماری اثر کر چکی ہے
تڑپتے ہوئے اب نہ آؤ تو جانیں

زمانے کو اپنا بنایا تو کیا ہے
جو ضامن کو اپنا بناؤ تو جانیں

نیاز عشق کی نیرنگیاں دکھائے ہوئے
میں آیا ہوں ترے قدموں پہ سر جھکائے ہوئے

نہ پوچھئے مری دیوانگی عشق کا حال
میں پھر رہا ہوں ہر اک شے کو دل بنائے ہوئے

مرے خیال کی دنیا پہ دو جہاں قرباں
ترے خیال میں بیٹھا ہوں سر جھکائے ہوئے

جبینِ شوق کی رفعت ارے معاذ اللہ
کسی کے نقش قدم پر ہوں سر جھکائے ہوئے

مسرتوں سے بھلا اس کو واسطہ کیا ہے
کہ مدتیں ہوئیں ضامن کو مسکرائے ہوئے

اُف رے سجودِ شوق قضا بھی نہ کر سکا
اللہ ری بے خودی کہ ادا بھی نہ کر سکا

میری وفا تو حدِ جفا سے بلند تھی
وہ میرے حسبِ شوق جفا بھی نہ کر سکا

میرے ہر اک قصور کو اُس نے کیا معاف
رحمت تھی بے پناہ خطا بھی نہ کر سکا

دِل چاہتا تھا اُن سے کہے داستانِ غم
میں اسکا ایک بار کہا بھی نہ کر سکا

آنکھوں سے اپنی کیا نہ بہائے وہ اشکِ خوں
وہ کیا کرے جو تم سے گِلا بھی نہ کر سکا

میں یاد بھی نہ کر سکا پوری طرح اُسے
میں اس کی یاد دل سے جدا بھی نہ کر سکا

کہنا تڑپ کے ہائے یہ ناکام عشق کا
پوری مری مراد خدا بھی نہ کر سکا

ضامنؔ وہ کیا کرے ہم سے اب اُمید کیا کریں
اچھی طرح جو مجھ پہ جفا بھی نہ کر سکا

میں زندگی کا سہارا تلاش کرتا ہوں
زمیں پہ عرش کا تارا تلاش کرتا ہوں

عجب کرشمے ہیں دنیا میں بحرِ اُلفت کے
میں ڈوب کر بھی کنارا تلاش کرتا ہوں

وہ جس نے بخشی تھی مجھ کو حیاتِ نو اک دن
وہ دل فریب اشارہ تلاش کرتا ہوں

الٰہی کوئی تو اب چارہ ساز مل جائے
سکونِ زیست دوبارہ تلاش کرتا ہوں

اِدھر اُدھر مجھے ملتا ہے بحرِ طوفانی
جدھر جدھر بھی کنارا تلاش کرتا ہوں

حدوں سے دُور تو جانا نہیں مجھے مقصود
جو مل سکے وہ سہارا تلاش کرتا ہوں

یہ ماہ و انجم و خورشید کچھ نہیں ضامنؔ
کوئی حسین نظارہ تلاش کرتا ہوں

جلوؤں سے قطع راہ کئے جا رہا ہوں میں
اک سرسری نگاہ کئے جا رہا ہوں میں

لاکھوں فریب جس نے دئے مجھ کو آجتک
پھر بھی اسی کی چاہ کئے جا رہا ہوں میں

اُن سے وفا کی اَب کوئی اُمید ہی نہیں
کیوں زندگی تباہ کئے جا رہا ہوں میں

کچھ ایسا بیقرار ہوں اس دلکے درد سے
ہر وقت آہ آہ کئے جا رہا ہوں میں

ہے ناز مجھ کو رحمت پروردگار پر
ہر روز یوں گناہ کئے جا رہا ہوں میں

دیکھی ہیں انجم شب نے مری بیقراریاں
تاروں کو یوں گواہ کئے جا رہا ہوں میں

ضامن ہے کفر عاشقی میں دل کا توڑنا
بس اس لئے تباہ کئے جا رہا ہوں میں

ساتھ میرا نہ دیا میری شکیبائی نے

ساتھ میرا نہ دیا میری شکیبائی نے
ہائے یہ رنگ دکھایا مری رُسوائی نے

دل کی رگ رگ نظر آتی ہے شکستہ ظالم
یہ نیا رنگ دکھایا تری انگڑائی نے

حُسن کو حُسن بنایا ہے تری شہرت نے
عشق کو عشق بنایا مری رُسوائی نے

شمع کی لَو نظر آئی ہے جو اک دم سے اُداس
جان توڑی ہے مریضِ شبِ تنہائی نے

کیا ہی برتر ہے تری ذات مرے ربِ قدیر
سب کو حیران کیا ہے تری یکتائی نے

قبر میں بھی نہیں ملتی نہیں راحت مضاؔمن
طول کھینچا ہے یہاں تک شبِ تنہائی نے

بھجن

کر لے ہر سے پریت
پگلے
کر لے ہر سے پریت

ہر سے اپنا دھیان لگا لے
بگڑی ہوئی تقدیر بنا لے
جائیں گے یہ بیت
پگلے
کر لے ہر سے پریت

تجھ پر بپتا جو یہ کٹھن ہے
اس کا اُپائے ایک جتن ہے
بن جا ہر کا میت
پگلے
کر لے ہر سے پریت

انت سمے کی کرنی کر لے
کر کے جتن کچھ ہر کو ہر لے
اصلی وہ ہے میت پگلے
کر لے ہر سے پریت

ہر سے اپنی لگن لگالے
اس جگ کے ہیں وہ رکھوالے

چھوڑ دے جگ سے پریت
پگلے
کرلے ہر سے پریت

ہر سے جب بھی دھیان لگایا
سُکھ شانتی سب کچھ میں نے پایا

گا کے اس کے گیت
پگلے
کرلے ہر سے پریت

منوا

مت گا پریت کے گیت

جھوٹا ہے سب پریت کا ناتا
کوئی نہیں سُکھ اس میں پاتا
مورکھ کیوں ہے جان سے جاتا

دیکھ نہ کر تو پریت
منوا
مت گا پریت کے گیت

پریت کا ہے سب جھوٹا دھندا
سب سے کٹھن ہے پریت کا پھندا
پریت ہے مورکھ گورکھ دھندا
اس کی ہے اُلٹی ریت
منوا
مت گا پریت کے گیت

دیکھ سمجھ لے اب بھی ناداں
کام نہیں یہ بالکل آساں
کوئی نہیں ہے اس میں شاداں
جائیں نہ دن یہ بیت
منوا
مت گا پریت کے گیت

عنا من کو دے اپنا سہارا
جگ میں نہیں ہے کوئی بھی اس کا
اس کو بھروسہ ہے بس تیرا
بن جا اس کا میت
منوا
مت گا پریت کے گیت

گیت

ساجن
چھائی گھٹا گھن گھور
ساجن
چھائی گھٹا گھن گھور

یاد میں تیری چین نہیں ہے
کٹتی سُکھ سے رین نہیں ہے
جیا مچائے شور
ساجن
چھائی گھٹا گھن گھور

بیت نہ جائے برکھا ساری
کیا کروں میں برہا کی ماری
تم ہو کہاں چت چور
ساجن
چھائی گھٹا گھن گھور

کب سے تمہاری راہ تکت ہوں
تم بن ساجن میں تڑپت ہوں

کہاں تمہارا ٹھور

ساجن

چھائی گھٹا گھن گھور

تم بن ضامن کب تک تڑپے

موت کے اب بیٹھا ہے درپے

آؤ نہ اس کی اور

ساجن

چھائی گھٹا گھن گھور

گیت

پریت نہیں آسان

سجنی

پریت نہیں آسان

شمع اور پروانہ دیکھا

عاقل اور دیوانہ دیکھا

دیتے اپنی جان

سجنی

پریت نہیں آسان

بیلا دیکھا، سُنبل دیکھی
گُل دیکھا اور بُلبُل دیکھی

سب کو ہے ارمان
سجنی
پریت نہیں آسان

پریت کو جو سمجھے ہیں آساں
وہ ہیں دانا لیکن ناداں

اُلٹی ہے اس کی شان
سجنی
پریت نہیں آسان

مور، پپیہا، گاتا دیکھا
جھوٹا اس کا ناتا دیکھا

دیکھے سب پیمان
سجنی
پریت نہیں آسان

اس میں ہیں حیراں سب دل والے
جنگل والے محل والے

کر کر کے پیمان
سجنی
پریت نہیں آسان

در پہ تمہارے کب سے کھڑا ہے
مَن بھکشا مانگ رہا ہے

کردو کچھ تو دان
سجنی
پریت نہیں آسان

گیت

آجاؤ آجاؤ
پریتم اَب تو آجاؤ

تم نے میری ایک نہ مانی
سُن لو اَب تو آکے کہانی

اَپنی بیتی سُنا جاؤ
آجاؤ آجاؤ
پریتم اب تو آجاؤ

سونی ہے میرے دل کی نگریا
آکر لو اَب جلد خبریا

اُجڑی بستی بسا جاؤ
آجاؤ آجاؤ
پریتم اب تو آجاؤ

درشن بن بےچین جیا ہے
کیا جانے کیا من کو ہوا ہے
موکو درس دکھا جاؤ
آجاؤ آجاؤ
پریتم اب تو آجاؤ

ہاتھوں میں مرے ساغرِ مے ہے
کرلیا میں نے اب یہ طے ہے
پی لو اور پلا جاؤ
آجاؤ آجاؤ
پریتم اب تو آجاؤ

رُوتے روتے جیون گذرا
یاد میں تیری تن من گذرا
آؤ اور ہنسا جاؤ
آجاؤ آجاؤ
پریتم اب تو آجاؤ

تم نے تو پیمان کئے تھے
ضامن میرے دکھ کے بنے تھے
اپنی بات نبھا جاؤ۔ آجاؤ

جذبات

جناب اختر نعمانی نظامی اختر ۵۳

الہ آبادی

مدحِ سرورِ کونین

وہ اک لمحہ کہ جب فاراں پہ حُسن کامیاب آیا
نئے سرے سے تمام عالم پہ وحدت کا شباب آیا

عجب شانِ کریمی ہے عجب ہے شانِ محبوبی
ہر اک بندہ ہمیشہ تیرے در سے کامیاب آیا

تصوّر میں نگاہِ حُسن کا بڑھ جانا عرفاں ہے
اسی عالم میں اکثر میری باتوں کا جواب آیا

بہت کی کوششیں میں نے کہ تکمیلِ جنوں کر دوں
مگر آیا ادھر سے آج تک اُلٹا جواب آیا

مدیحِ سرورِ کونین بس اتنا سمجھتا ہوں
قیامت کا نمونہ بن کے وہ مست شباب آیا

یہ کس کی جلوہ گاہ ناز ہے کس کا تبسّم ہے
یہ ہر ذرّے پہ جلوے کون سرکائے نقاب آیا

اِدھر بھی ایک ہلکی سی کرن مہرِ نبوت کی
یہی اختر ہے وہ سرکار یہ خانہ خراب آیا

منقبت

تاجدارِ اولیاء امام الاولیا

حضرت نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ العزیز

خدا گواہ کہ تنویر مصطفےٰ ہیں آپ
خوشا مقام کہ محبوبِ کبریا ہیں آپ

خطا معاف حضوری میں مجرئی ہیں ولی
بڑی جناب ہے سرتاجِ اولیا ہیں آپ

خوشا یہ چشمِ عنایت خوشا یہ فیض تمام
ہر اک قلبِ شکستہ کے آسرا ہیں آپ

بہر کمال تجسس بہر نگاہ کمال
حضور پرتوِ دیگر خدا نما ہیں آپ

یہ فیضِ ہمتِ عالی یہ لطفِ مست نگاہ
مری طرف بھی کرم ہے تو مدعا ہیں آپ

بس اب حضور ہیں مالک حضور ہیں مختار
مری نگاہِ تمنا کے مدعا ہیں آپ

سکونِ قلبِ معینؒ اور سرورِ قطب الدینؒ
زہے نصیب کہ اخترؔ کے رہنما ہیں آپ

قطعہ

سیّد الشہدا شاہِ کربلا

حضرت امام حسینؑ

وہ شاہِ دیں، وہ سرچشمۂ جمالِ حسینؑ
وہ نورِ عینِ علیؑ، فاطمہؑ کا لال حسینؑ
حسین باعثِ دیں، دین کا مآل حسینؑ
ہمارے پرچمِ ایمان کا ہلال حسینؑ

وادی

ابھی گذرا ہوں اس وادی سے اب یہ کیا ہوا یارب؟

یہ وہ وادی ہے جس میں ہر طرف مستی ہی مستی تھی
یہ وہ وادی ہے جس میں زندگی ہر سو برستی تھی
ابھی وادی میں، میں نے پریت کے کچھ گیت گائے ہیں
ابھی گذرا ہوں، اس وادی سے اب یہ کیا ہوا یارب؟

یہ وہ وادی ہے جس کے آبشار اور کوہساروں پر
یہ وہ وادی ہے جس کے ہر طرف ہر ریزہ کاروں پر
کسی کے ساتھ مل کر میں نے کچھ نغمے جگائے ہیں
ابھی گذرا ہوں اس وادی سے اب یہ کیا ہوا یارب؟

یہ وہ وادی ہے جس میں بلبلوں کے لب پہ نغمے تھے
یہ وہ وادی ہے جس میں دل جلے بھی آ کے ہنستے تھے
یہ وہ وادی ہے جس میں رونے والے مسکرائے ہیں
ابھی گذرا ہوں اس وادی سے اب یہ کیا ہوا یارب؟

یہ وہ وادی ہے ،جس میں درد کے افسانے چھڑتے تھے
یہ وہ وادی ہے جس میں کیف کے چشمے اُبلتے تھے
انہیں چشموں میں اکثر چاند، اور سُورج نہائے ہیں
ابھی گذرا ہوں اس وادی سے اَب یہ کیا ہوا یارب؟
یہ کوہ ساروں پہ غم کوشی یہ ہر ذرّے پہ تاریکی
گل و سبزے پہ مایوسی یہ ویرانی یہ ویرانی
اسی وادی میں حُسن و عشق اکثر مُسکرائے ہیں
ابھی گذرا ہوں۔ اس وادی سے اَب یہ کیا ہوا یارب؟

پلائے جا ساقی

مرے خیال کی دنیا پہ چھائے جا ساقی
مجھے بھی مستِ محبت بنائے جا ساقی

ابھی ابھی تو گرا ہے یہ شیشۂ نازک
بلا ہو دور! اسے بھی اٹھائے جا ساقی

وہ ایک برق جو لہرا رہی ہے آنکھوں میں
اِدھر کو دیکھ اُدھر کو گرائے جا ساقی

مجھے جگہ نہیں میرا تو مدعا ہے اور
ذرا نظر سے نظر تو ملائے جا ساقی

ابھی تو ہوش میں ہے تیرا اختر مے کش
نہ آئے ہوش میں ایسی پلائے جا ساقی

اشک

کس کامیاب ادیب نے عنوان چن لیا
ہر نقش کائنات میں کچھ ادبیت سی ہے

موقوف کچھ حرم پہ نہیں دیر پہ نہیں
ہر کائنات کفر ہیں، کچھ احدیت سی ہے

سجدوں کی اجرتوں کا بھی سودا تو چھوڑ دے
کم ظرف اسی میں جان لے کچھ خیریت سی ہے

کس کامیاب حسن نے الٹی نقاب حسن
ہر ذرۂ جہان پہ کچھ محویت سی ہے

اے قلب ناتمام ذرا دیکھ بھال کے
اس حسن کے اشاروں میں کچھ معصیت سی ہے

رنگینیٔ جہاں کے نہ آنا فریب میں
دامن بچا کے چلنے میں کچھ عافیت سی ہے

یہ کون چھُپ کے بیٹھ گیا قلب میں مرے
محسوس کر رہا ہوں کہ کچھ تقویت سی ہے

کس پیکرِ جمال سے ٹکرا گئی نگاہ
اخترؔ تری نگاہ میں کچھ کیفیت سی ہے

اے نالہ کش! اُڈبو بھی دے آہوں کو اشک میں
کچھ رنگ ہے مجاز کا کچھ اصلیت سی ہے

غزل

وہ میرے دل کو مقابل بنائے جاتے ہیں
مرے خیال کی دنیا پہ چھائے جاتے ہیں

وہ پردہ دار تھے آخر وہ پردہ دار رہے
نظر بچا کے وہ دل میں سمائے جاتے ہیں

مری حیاتِ تمنّا پہ کیوں گرے بجلی
اِدھر وہ دیکھ کے کیوں مسکرائے جاتے ہیں

رہِ وفا کے مصائب ارے معاذ اللہ
یہ حال ہے کہ قدم ڈگمگائے جاتے ہیں

فریبِ حُسنِ تخیّل کی وسعتیں توبہ
سمجھ رہا ہوں کہ جیسے وہ آئے جاتے ہیں

یہ کُفر مجھ پہ ہے یہ میں نے کرلیا تسلیم
مگر یہ آپ کیوں دامن چھڑائے جاتے ہیں

مآلِ سوزِ محبت متاعِ دردِ اختر
نظر اٹھاؤ کہ اشکوں میں آئے جاتے ہیں

جناب محمد الیاس صاحب امید بہزادی دہلوی

غزلیات

بہارِ گلفشاں ہر سو خراماں ہے جہاں تم ہو
نظر کی حدِ آخر تک گلستاں ہے جہاں تم ہو

نشاطِ زندگی خواب پریشاں ہے جہاں میں ہوں
ہر اک رنج و الم عشرت کا عنواں ہے جہاں تم ہو

مجالِ دید کیا اور فرصتِ نظارگی کیسی
نگاہِ شوق خود حیرت میں غلطاں ہے جہاں تم ہو

زمیں پر خلد کا دھوکا سا ہوتا ہے نگاہوں کو
ہر اک شے میں عجب کچھ حسن پنہاں ہے جہاں تم ہو

جبینِ عاشقی سجدہ کناں ہے ذرّے ذرّے پر
محبت کا وہاں پر نرخ ارزاں ہے جہاں تم ہو

جدائی میں طرب کیا کیفِ غم تک بھی نہیں حاصل
وہیں پہ ہی مرا قلب پریشاں ہے جہاں تم ہو

جہاں حسن کی رعنائیاں جاوید ہو جائیں
جوانی سے وہاں یہ عہد و پیماں ہے جہاں تم ہو
مجھی میں جذب ہو کر رہ گئی ناکامیٔ الفت
وہاں درد محبت بھی پشیماں ہے جہاں تم ہو
تعجب کیا اگر ہو چاک دامن عشق کی ہستی
وہاں تو عقل کا ملبوس عریاں ہے جہاں تم ہو
ہر اک لمحہ یہاں کا وقفِ حرماں ہے جہاں میں ہوں
ہر اک ساعت وہاں کی کیف ساماں ہے جہاں تم ہو
امیدِ زار کو تاب سخن توبہ ارے توبہ
وہاں رُوح الامیں تصویر حیراں ہے جہاں تم ہو

کسی صورت مرے دل کی پریشانی نہیں جاتی
بہ دشواری نہیں جاتی، بہ آسانی نہیں جاتی
یہ دنیا کس قدر بیگانۂ دردِ محبت ہے
جو دل سے بات نکلی ہے وہی مانی نہیں جاتی
وہاں تک میں بھی باز آتا نہیں نظارہ بازی سے
جہاں تک ان کے جلوؤں کی فراوانی نہیں جاتی

کبھی دیکھا تھا میں نے جلوہ ہائے طور ساماں کو
ابھی تک دیدۂ حیراں کی حیرانی نہیں جاتی

اسی دل کی طلب کی تھی ازل میں ہائے کیا کہئے
کسی عنوان جس دل کی پریشانی نہیں جاتی

معاذاللہ دل کی بدگمانی یہ محبت میں
وہ سچی بات بھی کہتے ہیں تو مانی نہیں جاتی

سراسر عشق کم عقلی سراسر عشق کج فہمی
جو کچھ بھی ہو مگر ہم سے یہ نادانی نہیں جاتی

بھڑک اٹھی ہے دل میں اور بھی آتش محبت کی
ہمارے آنسوؤں کی شعلہ افشانی نہیں جاتی

ہلاکِ غمزۂ خونریز لاکھوں کو کیا تو نے
مگر اے حسن تیری پاک دامانی نہیں جاتی

عجب بخشی ہے کیفیت یہ دردِ عشق نے مجھ کو
کوئی عالم بھی ہو دل کی پریشانی نہیں جاتی

نہ پوچھو بس اذیت کوشیاں امید اب دل کی
ہجومِ غم میں بھی میری غزل خوانی نہیں جاتی

دل ہی کو پیکرِ غمِ جاناں بنا دیا

دل ہی کو پیکرِ غمِ جاناں بنا دیا
مشکل جو پیش آئی تھی آسان بنا دیا

باقی نہیں یہ سینۂ کونین میں قرار
وہ بجلیاں جنہیں دلِ انساں بنا دیا

یہ حسن ہے نگاہِ تجلی شناس کا
ہر شے کو میں نے جلوۂ جاناں بنا دیا

میں نے دلِ شکستہ و حیراں نگاہ سے
اکثر تجلیوں کو پشیماں بنا دیا

اللہ سمجھے عشق کے ذوقِ یقین سے
ہر جملہ ان کا آیتِ قرآں بنا دیا

تابانیٔ جمال کا آج عکس ڈال کر
ذرّوں کو تم نے مہرِ درخشاں بنا دیا

اس کے خرامِ ناز کی گلکاریاں نہ پوچھ
جس نے کلی کلی کو گلستاں بنا دیا

کیا کام کر گئی ہے فراوانیٔ الم
مرنا بھی میرے واسطے آساں بنا دیا

میں اس ستم ظریفیٔ قدرت کو کیا کہوں
اک بے وفا کو درد کا درماں بنا دیا

ساری بہار اسکے ہی فیضِ قدم سے ہے
کانٹوں کو جس نے جانِ گلستاں بنا دیا

کسکی نظر نے لوٹ لیا دین و دل مرا
کسکی نظر نے بندۂ جاناں بنا دیا

کتنوں کو فیض حضرتِ بہزاد نے امید
خیامِ عصر و فخرِ سخنداں بنا دیا

ساقیا یہ تیرا ہی اعجاز میخانے میں ہے
ایک موجِ نورِ رقصاں میرے پیمانے میں ہے
کوثر و تسنیم میں ڈھونڈے سے مل سکتی نہیں
ہاں وہی اک شے کہ جو رندوں کے پیمانے میں ہے
جس کو تم نے طور پر در پردہ دیکھا تھا کلیم
بے محابا اب وہ جلوہ دل کے کاشانے میں ہے
ہاں ابھی کونین میرے قبضۂ قدرت میں ہے
ہاں ابھی تھوڑی سی باقی میرے پیمانے میں ہے
عشق کی رُوداد میں پھر کیوں نہ ہوں رنگینیاں
حسن کا قصہ بھی اس بیرنگ افسانے میں ہے
اے معاذاللہ وہ بھی آج گریاں ہو گئے
دردِ لا امید کتنا میرے افسانے میں ہے

سمجھ رہے ہیں کہ تیرا جواب ہیں ہم لوگ
اس اعتبارِ نظر سے خراب ہیں ہم لوگ
خوشا نصیب کہ وہ کامیاب ہیں ہم لوگ
خود اپنے دل کے لئے اضطراب ہیں ہم لوگ

ہمارا حسن نظر ہی ضیائے عالم ہے
جمال حسن ازل کی نقاب ہیں ہم لوگ

جو سوز سینۂ پروانہ میں ہے رقص کناں
وہ ایک شعلۂ پر پیچ و تاب ہیں ہم لوگ

بہت بلند فراق نگاہ رکھتے ہیں
امید عشق میں عالی جناب ہیں ہم لوگ

اک حسن بے پناہ کئے جا رہا ہوں میں
روز ازل گناہ کئے جا رہا ہوں میں

زلفیں ہٹا رہا ہوں رخ پر جمال سے
شام و سحر تباہ کئے جا رہا ہوں میں

ہر ذرۂ خراب محبت پہ جھوم کر
سربستہ اک گناہ کئے جا رہا ہوں میں

تا حد امتیاز نظر ہر نگاہ پر
جلوؤں سے رسم و راہ کئے جا رہا ہوں میں

کون و مکاں کی حد سے بھی اختر بلند ہوں
شرمندہ مہر و ماہ کئے جا رہا ہوں میں

غزل

تشنۂ مضراب اک نغمہ اسیرِ ساز ہے
کائناتِ زیست در اصل اک مسلسل راز ہے

کر رہا ہوں پھر مُرتب شرح سوز و ساز دل
میری بربادی پہ پھر آمادہ فتنہ ساز ہے

شمعِ محفل کی خموشی ہو کہ پروانے کا جوش
راہِ اُلفت میں ہر اک دل برق پا انداز ہے

مرحبا ذوقِ تصور، مرحبا ذوقِ جنوں
میری نظروں میں کوئی محوِ خرام ناز ہے

در حقیقت زندگیٔ نو کی ہے تمہید موت
انتہا کہتے ہیں جس کو زیست کا آغاز ہے

اللہ اللہ حُسنِ خود بیں کا کمالِ ذوقِ دید
ہر نگاہِ شوق میں وہ پردہ بر انداز ہے

نالۂ بُلبل میں مضمر ہے حدیثِ زندگی
مرحبا دیوانۂ اُلفت شہیدِ ناز ہے

غزلیات

جناب سید وقار حسین صاحب حمار لکھنوی

غزل

مجھ کو خیالِ یار نے دیوانہ کر دیا
دنیا کے ہر خیال سے بیگانہ کر دیا

اللہ ری بیخودی مری مستی تو دیکھئے
دل کو بھی نذرِ شیشہ و پیمانہ کر دیا

اس یاس نے مٹا دی مرے دل کی کائنات
آباد گھر جو تھا اسے ویرانہ کر دیا

تیری نگاہِ مست نے اے جانِ میکدہ
میرا مزاج اور بھی رندانہ کر دیا

مجھ کو خبر نہیں ہے کہ کس کی نگاہ نے
بیٹھے بٹھائے مفت میں دیوانہ کر دیا

امن و سکوں کو مانگ رہا ہوں خمار میں
میں نے خود اپنا رنگ فقیرانہ کر دیا

آج ہر سُو بہار آئی ہے
ساقیا اب تیری دہائی ہے

ان بتوں میں جو خود نمائی ہے
یہ بھی اک شانِ کبریائی ہے

چھپ کے شغلِ شراب کرتا ہے
کیسی زاہد یہ پارسائی ہے

پائی اب تک نہ راہ منزل کی
خضر کیسی یہ رہنمائی ہے

توبہ کرتے ہیں پی بھی لیتے ہیں
مے کشوں کی یہ پارسائی ہے

دم نکلتا ہے یاد میں میرا
ہائے کیسی تری جدائی ہے

ساقی کہتا ہے مے کشو نے خمار
دل نہ چھوڑو بہار آئی ہے

دیگر

جنّت اور دوزخ کا سارا راز میخانے میں ہے
تجھ کو زاہد کیا پتہ جو میرے پیمانے میں ہے
کاش وہ سن لیں مرا بھی قصۂ غم ایک دن
دل کا سارا دردِ پنہاں میرے افسانے میں ہے
میں وہ پیتا ہوں کہ جس کو خون کہنا چاہیئے
ساری دنیا سے نرالی میرے پیمانے میں ہے
آج تو دست و گریباں خوب ہوں گے اے خمارؔ
میں بھی میخانہ میں ہوں اور مئے بھی میخانہ میں ہے

اب تو مشکل بھی نظر آتی نہیں مشکل مجھے
کس نے آخر دے دیا ہے اس طرح کا دل مجھے
اللہ اللہ میری اُلفت کا اثر تو دیکھنا
خود تماشا بن گئی ہے دیکھ کر محفل مجھے
وائے قسمت میری کشتی کب ہوئی موجوں میں گُم
جب نظر آنے لگا ہے سامنے ساحل مجھے

بیوفا تیری محبت دیکھ یہ لائی ہے رنگ
سانس کا لینا بھی اب تو ہو گیا مشکل مجھے
لطف کی نظریں نہیں ہیں قہر کی نظریں سہی
یہ بھی کیا کم ہے کہ تو سمجھا تو اس قابل مجھے
پھر بہار آئی ہے بادل چھائے ہیں چاروں طرف
لے چلا پھر دیکھئے کمبخت کس جا دل مجھے
ہر گھڑی ہے آہِ سرد اور ہر گھڑی ہیں اشک غم
دینے والے نے دیا یہ عشق کا حاصل مجھے
اک طرف توبہ کا ڈر ہے اک طرف کالی گھٹا
اب خمارِ زار اچھی ہو گئی مشکل مجھے

نہ ہلا عیش زندگانی میں
کوئی حظ ہی نہیں جوانی میں
غم بہ غم ڈھا تجھے قسم میری
لطف ہے تیری دلستانی میں
ایسی اُلفت سے بھی خدا بچھے
جس نے مارا ہے نوجوانی میں
وصل میں بھی جدائی کا کھٹکا
غم بھی شامل ہے شادمانی میں
ہم جو بے ہوش ہیں بُرا کیا ہے
ہوش کس کو ہے نوجوانی میں
غیر ممکن جو ہو خوشی حاصل
یعنے اس دورِ زندگانی میں

دیکھو اُس بت کی فتنہ پردازی
داغِ دل دے گیا نشانی میں
ہر حسیں سے خمار ہے الفت
آگ لگ جائے نوجوانی میں

اَب کوئی غم نہیں ہے دلِ پائمال میں
مجھ کو سکوں نصیب ہوا ہے ملال میں

جب سے میں آگیا ہوں فریب جمال میں
آٹھوں پہر ہوں غرق کسی کے خیال میں

شاید کہ ہوگئی ہے مری آہ کامیاب
ڈوبے ہوئے ہیں آج وہ رنج و ملال میں

پھر مجھ کو ہوش ہی نہیں دُنیا و دین کا
پھر کھو گیا ہوں ہائے کسی کے خیال میں

چُپ چُپ سے بزمِ ناز میں بیٹھے ہیں آج وہ
انکو بھی کوئی فکر ہے میرے خیال میں

اَب تو خمارِ عشق میں حالت یہ ہوگئی
مجھ کو ملال ہی نہیں ہوتا ملال میں

غزل

نذرِ یادِ بے حساب کیے جا رہا ہوں میں
یہ کام لاجواب کیے جا رہا ہوں میں

تم کو ہی انتخاب کیے جا رہا ہوں میں
ہاں زندگی خراب کیے جا رہا ہوں میں

پھر یاد آ رہا ہے کوئی بے وفا مجھے
پھر چشم کو پُرآب کیے جا رہا ہوں میں

قربان ہو کے عشق و محبت کی راہ میں
دنیا میں انقلاب کیے جا رہا ہوں میں

دُنیا بھی دیکھ لے کہ وفا اس کا نام ہے
اپنا اُنہیں جواب کیے جا رہا ہوں میں

تم سا نہیں ہے کوئی زمانے میں بیوفا
یہ طرفہ انتخاب کیے جا رہا ہوں میں

فریاد گاہ سے اپنی میں اے خمار
برپا اک انقلاب کیے جا رہا ہوں میں

غزل

اُب نہ آہیں نہ اشک باری ہے
ہاں خموشی سی ایک طاری ہے

کس قدر دل کو بے قراری ہے
درد ہے غم ہے آہ وزاری ہے

تم رہو شاد ہم رہیں غمگیں
یہی بس آرزو ہماری ہے

گو جُدائی کو ہو گئے برسوں
رات دن پھر بھی اشکباری ہے

جب سے دیکھی ہیں نرگسی آنکھیں
ہم پر اک کیفیت سی طاری ہے

آہ پر ختم ہے فسانۂ غم
مختصر داستاں ہماری ہے

اُن سے اس کا خمار کیا ہو گلہ
ہائے قسمت میں آہ وزاری ہے

نہ حاصل سکوں ہے نہ راحت ہے پیارے
محبت نہیں ہے قیامت ہے پیارے

عجب کچھ مرے دل کی حالت ہے پیارے
جدائی تمہاری قیامت ہے پیارے

مسرت کا میں تجھ سے طالب ہی کیوں ہوں
مجھے تو غموں کی ضرورت ہے پیارے

یہ مانا تمہیں میری پروا نہیں ہے
مگر مجھ کو تم سے ہی الفت ہے پیارے
بھلا شکوۂ جور ہو بھی تو کیوں ہو
ہمیں غم اٹھانے کی عادت ہے پیارے
کبھی تم نے پوچھا ہ حالِ دلی کو
یہی دل کو تم سے شکایت ہے پیارے
یہ نالے یہ آہیں یہ فریاد و شیون
یہ سب کچھ تمہاری عنایت ہے پیارے
تمہاری نگاہوں سے ہے صاف ظاہر
تمہیں بھی کسی سے محبت ہے پیارے
ابھی سے یہ کیوں اس قدر بے قراری؟
ابھی تو یہ آغازِ الفت ہے پیارے
شب و روز تجھ کو تصوّر میں رکھنا
یہی اب ہماری عبادت ہے پیارے
کروں بھی تو کیوں میں خوشی کی تمنا
مجھے اب کہاں غم سے فرصت ہے پیارے
خمارِ حزیں کو خمارِ حزیں کو حقیقت میں تم سے محبت ہے پیارے

غزل

کیا کہا کیا میں ہوں دشمن آپ کا
بندہ پرور یہ ہے بچپن آپ کا

دل یہی کہتا ہے مجھ سے بار بار
تھام لوں میں بڑھ کے دامن آپکا

چھٹ گئے جتنے بھی تھے خار چمن
اب رہے آباد گلشن آپ کا

آپ تڑپاتے ہیں مجھ کو اس طرح
جس طرح کوئی ہو دشمن آپ کا

کچھ خبر بھی ہے خمار دلفگار
برق تکتی ہے نشیمن آپ کا

غزل

دیر دیکھا کبھی کعبے کا نظارا دیکھا
کیا بتائیں تمہیں اس عشق میں کیا کیا دیکھا

بے وفا جس پہ بھی تیری نگہہ قہر پڑی
ہم نے اس درد کے مارے کو تڑپتا دیکھا

اس جگہ ہم نے جھکا دی ہے جبین پرشوق
ہائے جس جا بھی ترا نقشِ کفِ پا دیکھا

دامنِ ہوش مرے ہاتھ سے چھوٹا ہے خمار
جب سے ان نرگسی آنکھوں کا تماشہ دیکھا

ہے تیری خوشی شادمانی ہماری
تجھی سے تو ہے زندگانی ہماری

نہیں ہے کوئی بھی نشانی ہماری
کچھ ایسی مٹی زندگانی ہماری

تجھے کیا ہے ناصح جو برباد کر دی
بڑھاپا ہمارا جوانی ہماری

نہ سنئے نہ سنئے خدارا نہ سنئے
بڑی دُکھ بھری ہے کہانی ہماری

یہ کٹنا بھی کیا زندگانی کا کٹنا
اگر یوں کٹی زندگانی ہماری

تمہاری خطا کیا حقیقت تو یہ ہے
نہ راس آئی ہم کو جوانی ہماری

کسی دن زمانے سے سُننا پڑے گی
یہ قصہ ہمارا، کہانی ہماری

خمارِ حزیں دیکھیں کیا رنگ لائے
یہ میخواریاں یہ جوانی ہماری

آپ سے کیا مجھ کو اُلفت ہو گئی
زندگی گویا مصیبت ہو گئی
اس قدر صدمے اُٹھائے ہجر میں
ہر مصیبت میری راحت ہو گئی
درد تھا دل میں بڑھا کیوں اضطراب
یہ قیامت پر قیامت ہو گئی
عشق کا اعجاز خود ہی دیکھ لے
تیری صورت میری صورت ہو گئی
ہم نے دل سے کر لیا سجدہ اُسے
آج تکمیل عبادت ہو گئی
میری مستی کا یہ عالم ہے خمارؔ
میکدے کی راہ جنت ہو گئی

غزل

دل کی دنیا کو جو برباد کیا کرتا ہے
اسی بے درد کو دل یاد کیا کرتا ہے

جس طرح تو ستم ایجاد کیا کرتا ہے
اس طرح کوئی بھی بیداد کیا کرتا ہے

کس قدر ظلم یہ صیاد کیا کرتا ہے
بال و پر نوچ کے آزاد کیا کرتا ہے

ضبط اے قلبِ تپاں، ہجر میں آہیں کیسی
کوئی بھی عشق میں فریاد کیا کرتا ہے

خود بھی رہتا ہے مرادوں سے ہم آغوش وہی
ہم سے ناشاد کو جو شاد کیا کرتا ہے

اس قدر تو فلکِ پیر بھی ڈھاتا نہیں ظلم
جس قدر تو ستم ایجاد کیا کرتا ہے

آگ لگ جائے نہ پھولوں میں کہیں مرغِ چمن
اس طرح سے جو تو فریاد کیا کرتا ہے

اسی بیدرد کو دیتا ہوں دعائیں میں خمارؔ
دل کی بستی کو جو برباد کیا کرتا ہے

غزل

خدا گواہ نہ تھا کل یہ انتشار مجھے
نہ جانے آج نہیں کس لئے قرار مجھے

جہانِ حسن کی راہوں کو میں سمجھتا ہوں
بنالے کاش کوئی اپنا رازدار مجھے

سمجھ میں کچھ نہیں آتا یہ ماجرائے حیات
کہ تیرے نام سے آتا ہے اب قرار مجھے

پھر آچلا ہوں میں ظالم فریب الفت میں
پھر آگیا ترے وعدے کا اعتبار مجھے

سکون و صبر، الٰہی مرے بچارہ جائیں
دل حزیں لئے جاتا ہے کوئے یار مجھے

یہی ثبوت ہے بخشش کا میری اے زاہد
سمجھ رہی ہے جو دنیا گناہ گار مجھے

ترا خیال ہی دیتا ہے مجھ کو صبر و سکوں
ترا خیال ہی کرتا ہے بے قرار مجھے

خمار رہتا ہوں دن رات بیخود و مدہوش
نہ جانے کس کی محبت کا ہے خمار مجھے

غزل

جو دانستہ بازیٔ اُلفت کو ہارے
وہی ہیں، وہی ہیں محبّت کے مارے

میں راتوں کو اکثر نہیں سو سکا ہوں
گواہی میں موجود ہیں چاند تارے

تجھے بھی کبھی بے وفا یاد آئیں
وہ پُر کیف راتیں وہ رنگین تارے

حقیقت میں ان کو ہی سچّی خوشی ہے
جو بیٹھے ہوئے ہیں تمہارے سہارے

کوئی رات آرام سے کاٹتا ہے
کوئی رات بھر گنتا رہتا ہے تارے

نہ لب پر ہنسی ہے نہ آنکھیں ہیں پُرنم
عجب کشمکش میں ہیں اُلفت کے مارے

یہ خود میں نے راتوں کو دیکھا عموماً
مری اشکباری پہ ٹوٹے ستارے

جُدائی کے دِن اور فرقت کی راتیں
بھلا اس طرح کوئی کب تک گذارے

نہیں جان تن میں خمارِ حزیں کے
مگر جی رہا ہے کسی کے سہارے

نہ دنیا کی خبر مجھ کو نہ ہے اپنی خبر مجھکو
جدھر دیکھوں نظر آتا ہے تو ہی جلوہ گر مجھکو
گرا کر اپنی نظروں سے کہیں کا بھی نہیں رکھا
وفاداری کے کرنے کا دیا اچھا ثمر مجھکو
کچھ ایسا ہو گیا اللہ۔ بیگانہ میں ہستی سے
جدہر دیکھوں نظر آتا ہے تو ہی تو نظر مجھکو
کسی نے مجھ کو دیکھا ہے جب اس پہ نظر ڈالی
وہی ہو کر رہا جس کا تھا پہلے ہی سے ڈر مجھکو
کسی کافر کے صدقے میں خمار اپنا یہ عالم ہے
نہ دنیا کو خبر میری نہ دنیا کی خبر مجھ کو

نظم

غریب کی جوانی

اک حسیں لڑکی کہ جس کا سن ہے چودہ سال کا
رنگِ چہرہ سے ہے ظاہر اس کے استقلال کا

بال بکھرے، کپڑے میلے، پیر میں جوتی نہیں
اس پہ بھی معصوم لڑکی منہ سے کچھ کہتی نہیں

وہ سمجھتی ہے کہ ہے بے کار غور و فکر بھی
مفلسوں کی تو ازل سے ہے یہی بس زندگی

نرگسی آنکھوں میں اس کی وہ جوانی کی اُمنگ
دیکھ کر جس کو کہ سارا گاؤں رہ جاتا ہے دنگ

گو کہ چہرہ زرد ہے پھر بھی نہاں سرخی نہیں
گو کہ فاقہ سے ہے لڑکی منہ پہ غمگینی نہیں

میلے کپڑوں میں جوانی کی اُمنگوں کا اُبھار
چھپ نہیں سکتا کسی صورت سے قدرت کا نکھار

ہائے اس کی نرگسی آنکھوں میں عالم کیف کا
ہائے اِن پُر رنگ نظروں میں بھی عالم کیف کا

سیکڑوں رنگینیاں اس سادگی پر ہیں نثار
بال بکھرے مانگ ٹیڑھی ہے قیامت کا نکھار

لاکھ کی کیلیں بنی ہیں اس کے جو کانوں میں ہیں
لاکھ ہی کی چوڑیاں چٹخی ہوئی ہاتھوں میں ہیں

مانگ قطروں کے ستاروں میں ہے ایسی رسیاں
گرد ہیں جیسے ستارے بیچ میں ہے کہکشاں

بس یہی دنیا ہے اس کی اور یہی اسباب ہے
اس پہ بھی قدرت کا پودا شاد ہے شاداب ہے

کیوں بھلا اُٹھتی جوانی پر بھی ہے یہ پُر ملال
کس کی اس کو فکر یا رب کس کا اس کو ہے خیال

مفلس و افلاس کی ماری ہوئی فاقہ زدہ
منزلیں دنیا کی ہے ہاری ہوئی فاقہ زدہ

اِس گلابی پھول کا دولت میں ہوتا گر وجود
اِس سے اچھے پھول بھی ہاں دیکھکر پڑھتے درود
بس برائی ہے کہ کیوں افلاس میں پیدا ہوئی
عیب اتنا ہے کہ دولت میں نہ کیوں پھولی پھلی
دِل سے کہتا ہے یہ منظر دیکھ کر اَب تو خمار
دے غریبوں کو بھی یا اللہ، تھوڑا سا وقار

(آمین)

کیونکر نہ چپ زباں ہو محبت کے باب میں
ہم کو سکوں نصیب ہوا اضطراب میں
کچھ تو خیال چاہیئے اپنے مریض کا
دیکھو تڑپ رہا ہے کوئی اضطراب میں
غیروں سے خود سوال بھی کرتے ہو تم مگر
گردن جھکائے بیٹھے ہو میرے جواب میں
مرضی پہ ہے خدا کی جسے چاہے بخشدے
زاہد نہیں ہے کچھ بھی عذاب و ثواب میں
کیوں بیوفا سے ہم نے لگایا خمارؔ دل
راتیں گزار دیں ہیں اسی پیچ و تاب میں

غزل

ہر آہ بے پناہ کئے جا رہا ہوں میں
ہر چیز کو گواہ کئے جا رہا ہوں میں

کیوں بار بار آہ کئے جا رہا ہوں میں
دنیا کو کیوں تباہ کئے جا رہا ہوں میں

رحمت ہے تیری عام زمانے کے واسطے
اس آس پر گناہ کئے جا رہا ہوں میں

اچھا جسے کہا ہے اُسے کیا کہوں بُرا
اس واسطے نباہ کئے جا رہا ہوں میں

اک بیوفا کی یاد ستاتی نہیں اگر
پھر کیوں یہ آہ، آہ کئے جا رہا ہوں میں

اپنی تباہیوں کا کوئی غم نہیں مجھے
تجدید رسم و راہ کئے جا رہا ہوں میں

محسوس کچھ ضرور ہوا ہے مجھے خمارؔ
ہردم جو آہ، آہ کئے جا رہا ہوں میں

غزل

اَب تو خوشی میں رنج ہے رنج میں ہے خوشی مری
مجھ سے نہ پوچھ کس طرح کٹتی ہے زندگی مری
تیرا ملال غم مرا، تیری خوشی خوشی مری
سچ تو یہ ہے کہ بے وفا تجھ سے ہے زندگی مری
قصۂ غم سناؤں کیا بندہ نواز آپ کو
خود سے بھی بے خبر ہوں میں اتنی ہے بیخودی مری
اَب تو خدا کے واسطے دستِ کرم دراز کر
میری نظر سے ہے عیاں بزم پہ بے بسی مری
غم سے رہوں میں ہمکنار رنج و ملال ہوں سدا
مجھ کو نہ ہو خوشی نصیب ہے یہی اب خوشی مری
وعدے پہ ان کے اعتبار کر لیا ہے خمارؔ زار
ہائے رے میرے اعتبار ہائے ری سادگی مری

غزل

نہ جانے کیا ہے جو دن رات میں آنسو بہاتا ہوں
نہ جانے کیوں میں اپنی زندگی بے کیف پاتا ہوں

خدا شاہد ہے جب میں داستانِ غم سناتا ہوں
تمہیں کیا سارے عالم کو یونہی بے خود بناتا ہوں

میرے افسانۂ غم کی کہانی مختصر یہ ہے
تمہیں جب یاد کرتا ہوں تو خود کو بھول جاتا ہوں

مری الفت تو ظاہر ہے مری اس خونفشانی سے
تجھے بھی بے وفا بتلا کبھی میں یاد آتا ہوں

کسی کے ظلم سہہ سہہ کر میں عادی ہو گیا ایسا
کہ اب تو رنج کے عالم میں بھی میں مسکراتا ہوں

فغاں ہو درد ہو، غم ہو، الم ہو بیقراری ہو
تجھے جب دیکھ لیتا ہوں، تو سب کچھ بھول جاتا ہوں

مری قسمت کی خوبی ہے خمارؔ اب اور کیا کہیے
وہی دشمن نکلتا ہے جسے اپنا بناتا ہوں

عید

نہ ہو جس کو ممکن تری دید پیارے
یہ ہے عید اس کی کہاں عید پیارے
مری حالتِ زار سے خود عیاں ہے
کہ گذری ہے جیسی مری عید پیارے
اُسی کی خوشی ہے اُسی کی مسرّت
یُسر ہے جس کو تری دید پیارے
خمارِؔ حزیں کی بھلا عید ہی کیا
مبارک، مبارک تجھے عید پیارے

تمّت بالخیر